پیش لفظ

ادارہ السیف ایک ایسے وقت میں جہاد کا علم بلند کیے ہوئے ہے جب پوری دنیا جہاد اور مجاہدین کے خلاف اپنی پوری طاقت استعمال کرنے میں مصروف ہے۔ شیخ عبداللہ عزام شہید g کی کتاب ''دیکھنا قافلہ چھوٹ نہ جائے'' [جو دراصل دو کتابچوں کا مجموعہ ہے (۱) دیکھنا قافلہ چھوٹ نہ جائے (۲) وصیت] کو عربی زبان سے اردو میں ترجمہ کرا کر شائع کرانا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

اس سے پہلے امام انور العلوقی کی کتاب ''جہاد میں شامل ہونے کے ۴۴ طریقے'' بھی شائع ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہے جبکہ ادارہ السیف بہت جلد ''اسلام اور جہاد'' کی اشاعت کا ارادہ رکھتا ہے۔

تمام مسلمانوں سے گزارش ہے کہ مجاہدین کے ساتھ ادارہ کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

والسلام

منتظم ادارہ السیف

۱۹رشوال ۱۴۳۲ھ

۲۰رستمبر ۲۰۱۱م

j

دیکھنا قافلہ چھوٹ نہ جائے

ڈاکٹرعبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ

اَلْحَمْدُ للهِ رَبِ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلَاۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ وَ بَعْدُ:

یہ چھوٹا سا کتابچہ میں ان لوگوں کے لیے لکھ رہا ہوں جو جہاد کے میدانوں میں اترنے کے لیے تڑپتے، مچلتے اور شہادت کی تمنا میں بے چین ہوئے جاتے ہیں۔ اس کے دو حصے ہیں:

پہلا حصہ: جہاد کیوں؟

دوسرا حصہ: وا اِسلاماہ!

تیسرا حصہ: وصیت

میں نے کتاب کا خلاصہ بھی آخر میں دے دیا ہے اور چند نوٹس بھی......اللہ سے دعا ہے کہ وہ اس کتابچہ کو دلوں کا زنگ دور کرنے میں مفید بنادے اور اس کے ذریعے ہماری اصلاح کردے اور ہمیں اوروں کی اصلاح کا ذریعہ بنادے۔ بے شک وہ سننے والا قریب اور جواب دینے والا ہے۔

اس کتابچے کی وجوہات تالیف میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مجھے صبح وشام بہت سے خطوط ایسے ملتے رہتے ہیں جن میں افغانستان کے جہاد میں شرکت کے متعلق مختلف سوالات ہوتے ہیں، چنانچہ اس کتاب کے ذریعے ایسے تمام طالبانِ شوق کو جامع جواب فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

آؤ جنت کی طرف اے دوستو! جو تمہارا گھر بھی ہو خیمہ بھی ہو

ہم کب اپنے دشمنوں کی قید سے لوٹ پائیں گے وطن کو سوچ لو

سوچ لو! اگر لوٹنا ممکن نہ ہو، کیا کریں گے قید میں ہم ہوش کو

بندہ فقیر

ڈاکٹرعبداللہ عزام شہید

۱۷رشعبان ۱۴۰۷ھ/ ۱۵راپریل ۱۹۸۷ء

پہلا حصہ

اِنَّ الْحَمْدَ للهِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ و نستغفرہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ اللھم لا سھل الا ما جعلتہ سھلا و انت تجعل الحزن اذا شئت سھلا و بعد

دوستو! آج مسلمانوں کی حالت زار کو دیکھنے والا بڑی آسانی سے یہ اندازہ کرسکتا ہے کہ اس کی سب سے بڑی وجہ بالفاظ حدیث ''حب الدنیا و کراھیۃ الموت'' ہے یعنی دنیا سے محبت اور موت (جہاد) سے نفرت کرنا......صرف اس وجہ سے گمراہ اور ظالم حاکم زمین کے ہر ہر کونے میں مسلمان کی گردن پر سوار ہوئے بیٹھے ہیں کیونکہ کفار کو جہاد کے علاوہ کسی چیز سے خوف محسوس نہیں ہوتا، چنانچہ اسی لیے مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ:

فَقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ لَا تُکَلَّفُ اِلَّا نَفْسَکَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَسَی اللہُ اَنْ یَّکُفَّ بَاْسَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ اللہُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْکِیْلًا

اے نبی (ﷺ)! تم اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لیے ذمہ دار نہیں ہو، البتہ اہل ایمان کو لڑنے کے لیے اکسا و بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے اللہ کا زور سب سے زبردست اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔ [النساء: ۸۴]

اور ہم مسلمانوں کو جہاد کی طرف بلاتے ہیں اور جہاد کے میدانوں میں ان کی پیش قدمی کا انتظار کرتے ہیں تو اس کی کئی وجوہات ہیں جن میں سے بعض کا ذکر پیش خدمت

ہے۔

۱-کفر کی سیادت کا تختہ الٹنے کے لیے:

آیت کریمہ ہے:

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [الانفال:۳۹]

اوران سے لڑو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور سارے کا سارا دین اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ فتنے سے باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل کو دیکھ رہا ہے۔

چنانچہ معلوم ہوا کہ اگر جہاد رک جائے تو ساری قیادت وسیادت کفر کے ہاتھ آ جاتی ہے اور فتنہ پھیلنے لگتا ہے جو شرک ہے۔

۲-قحط الرجال کے سبب:

اس وقت عالم اسلام کا سب سے بڑا المیہ ایسے لوگوں کی عدم دستیابی ہے جو ذمہ داریوں کو سنبھالنے کا حوصلہ رکھتے ہوں اور امت کی پریشانیوں کا علاج کر سکتے ہوں۔ صحیح بخاری میں ارشاد نبوی ﷺ ہے "الناس کابل مائة لا تجد فیها راحلة" یعنی لوگ ایسے سینکڑوں اونٹوں کی مانند ہیں جن میں راحلہ (سواری میں مدد دینے والا اونٹ) ایک بھی نہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک روز انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: تمنا کرو! چنانچہ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ تمنا کی۔ پھر انہوں نے کہا: امیر المومنین! اچھا اب آپ تمنا کیجیے۔ کہا: میری تمنا ہے کہ میرے پاس ابوعبیدہؓ جیسے لوگوں سے بھرا ہوا ایک مکان ہو (جن کو اطراف واکناف عالم میں ذمہ داریاں سونپی جائیں اور وہ جہاد کا حق ادا کریں)

رسول اللہ ﷺ کی حدیث کے مطابق کہ:

- ☆ یقینا جاننے والے اور علم رکھنے والے بہت کم ہیں۔
- ☆ اور عمل کرنے والے ان سے بھی کم۔
- ☆ اور جہاد کرنے والے تو گویا نادر روزگار ہیں اور شاذ ہی ملتے ہیں۔
- ☆ اور وہ جو اس راستے میں صبر سے کام لیتے ہیں گویا کہ کسی کی گنتی میں ہی نہیں آتے۔

میں ایک روز ایک ''قرآنی حلقے'' کے پاس سے گزرا جس میں دور دراز علاقوں سے عزت بزرگی، برکت اور نعمت کی زمین افغانستان کی طرف آنے والے عرب بیٹھے تھے۔ میں نے ان نوجوانوں کے چہروں کی طرف دیکھا تاکہ ان میں سے کوئی اچھی تلاوت جانتا ہو تو اس کو ان کا امیر مقرر کر دوں، مجھے افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑ رہا ہے میں نے ان میں سے ایک بھی ایسا نہ پایا۔ اس موقعے پر میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا: ما انصفنا قومنا ہم نے اپنی قوم کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ (مسلم کتاب الجہاد میں: انصفنا اخواننا اور اصحابنا کے الفاظ ہیں۔ نیز مسند احمد جلد اول ص ۴۲۳، سوم ص ۲۸۶)

یہ بات رسول اللہ ﷺ نے اس وقت کہی تھی جب احد کے میدان میں سات انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی آنکھوں کے سامنے شہید ہو گئے تھے۔

ہمیں کہنے دیجیے کہ ہمارے طلبا اور داعیان کرام نے ہماری طرف بڑھنے میں وہ سرگرمی نہیں دکھائی جس کی ہم ان کے ایمان واخلاق سے توقع کر رہے تھے بلکہ اس کے برعکس ان میں سے بعض تو شوق کے شہسواروں کو یہ مشورہ دیتے ہوئے پائے گئے ہیں کہ وہ اپنے شہروں میں ہی رکے رہیں حالانکہ اپنے شہروں میں وہ اپنے ہونٹ کی ذرا سی جنبش سے حکمرانوں کے ظلم کے خلاف ایک کلمہ تک نہیں کہہ سکتے۔

اور ان میں سے بعض نادانستہ طور پر بغیر علم کے یہ فتوے صادر کر رہے ہیں کہ ان افغانیوں کو آدمیوں کی نہیں ''مال'' کی ضرورت ہے، میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے افغانیوں کو مال کا ضرورت مند پایا لیکن وہ ''رجال کار'' کے اس سے زیادہ محتاج ہیں جتنا مال کے اور داعیوں کی تو انہیں اور بھی شدید ضرورت ہے۔

جی ہاں! میں یہ بات کہہ رہا ہوں اس حال میں کہ میں نے مجاہدین کے درمیان چھ سال گزارنے کے بعد اسی کو حق اور سچ پایا۔

اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ آئے تو آپ میرے ساتھ افغانستان کی وادیوں میں گھوم پھر کر دیکھئے۔ آپ دیکھیں گے کہ بیشتر محاذ ایسے ہیں جہاں کوئی قرآن کو خوبصورتی کے ساتھ پڑھنے والا ڈھونڈنے سے نہیں ملتا۔

اور آیئے! میرے ساتھ دوسرے محاذ پر چلیے تاکہ آپ کو پتا چلے کہ پورے محاذ میں کسی کو نماز جنازہ ہی نہیں آتی اور مجاہدین نماز جنازہ پڑھانے والے کسی عالم کی تلاش میں اپنے شہداء کو کندھوں پر اٹھائے لمبی لمبی مسافتیں طے کرنے پر مجبور ہیں اور جہاد کے فقہی احکام مثلاً تقسیم غنائم قیدیوں کا معاملہ وغیرہ کی بات ہو تو بلا مبالغہ بے شمار محاذوں میں ان احکام سے لاعلمی کی وجہ سے، مجاہدین دور دراز کے علاقوں میں، علماء سے رابطہ کرنے پر مجبور ہوئے تاکہ وہ درپیش احکام شرعیہ جان سکیں اور پھر ان پر عمل کریں۔

محاذ بہ محاذ اس گشت کے دوران آپ محسوس کریں گے کہ افغانیوں کو داعیوں، اماموں، قرآن کے قاریوں اور علما کی کتنی ضرورت ہے اور یہ کہ جہاں کہیں سلیقہ مند، حلیم الطبع، متمسک بالدین اور جہاد کا شوق رکھنے والے عرب نوجوان پائے گئے انہوں نے اپنے اپنے محاذوں میں اپنے پیچھے گہرے اثرات چھوڑے ہیں حالاں کہ ان میں سے بعض روایتی طور پر میٹرک تک تعلیم یافتہ تھے۔

ہم یہاں سارے واقعات اور آثار کا احاطہ نہیں کر سکتے۔ آپ نے عبداللہ بن انس، ابودجانہ، ابوعاصم، طاہر رحمہم اللہ وغیرہ کا ذکر تو پڑھا ہوگا اور اگر میں آپ کو ابوشعیب اُمی العربی رحمہ اللہ کی وہ ساری داستان سناؤں جو اس نے اپنے پیچھے ولایت پغمان میں چھوڑ دی ہے تو آپ کھڑے کے کھڑے اور بیٹھے کے بیٹھے رہ جائیں۔ آپ کی زبان گنگ

ہوجائے اور آپ کی حیرت ختم ہونے میں نہ آئے۔

ہمیں ان بھائیوں سے اب بھی بہت سی امیدیں وابستہ ہیں جو ابھی تک اجتماعی جمود کے قفس سے آزادی نہیں پا سکے اور اپنی گردنوں سے تقلید کے قلادے نہیں اتار سکے اور جو پرفریب استشراقی حملوں کے سامنے، معاشرتی اور حکومتی دباؤ کے زیر اثر اپنے جسموں سے شکست خوردہ نسلوں کا دیا ہوا ورثہ نوچ کر نہیں پھینک سکے۔ مجھے اپنے ان بھائیوں سے بس اتنا ہی کہنا ہے کہ اگر وہ معاشی اور معاشرتی زنجیریں توڑ کر ہماری طرف نہیں آ سکتے تو دعائیں ضرور کرتے رہیں کہ جہاد کی جس سرزمین پر ان کی روحیں اڑتی، پھڑ پھڑاتی اور تیرتی پھر رہی ہیں۔ اللہ ان کو جسموں کے ساتھ وہاں پہنچا دے۔

ایک روز ہم نے قاضی مظلوم (احمد شاہ مسعود کے ایک کمانڈر) سے کہا: ہمیں قاری ابو عاصم رحمہ اللہ کے بارے میں کچھ بتاؤ جو تمہارے علاقے اندراب میں شہید ہوا، کہنے لگا: میں نے ہیبت، وقار، اطمینان اور علو ہمتی [بلند حوصلے] میں اس کا ثانی نہیں دیکھا۔ ہم میں سے کوئی بھی اس کے سامنے بات کرنے کی جرأت نہیں کرتا تھا اور نہ ہی کوئی اس کے سامنے ٹانگیں پھیلا کر بیٹھ سکتا تھا، مذاق اور ٹھٹھا کرنا تو دور کی بات ٹھہری۔

تو میرے بھائی! آپ کیا کہیں گے اگر میں آپ کو بتاؤں گا کہ ابو عاصم محض میٹرک پاس تھا۔ اس کی عمر فقط ۲۳ سال تھی اور وہ قرآن کا حافظ تھا، اسی لیے میں کہتا ہوں کہ مردوں کی مردانگی دکھانے کا وقت آ پہنچا ہے اور یہ باتیں بنانے کے بجائے کام کرنے کا وقت ہے ؎

اس کو چھوڑ جو کہ چوری ہوگیا، یہ بتاؤ کیا کرو گے جو بچا

مسلمانوں کے بڑے بڑے مسائل حل طلب پڑے ہیں۔ صورت حال بڑی المناک اور پیچیدہ ہے لذت کام و دہن کو چھوڑ یئے۔ اسلوبِ کلام اور حسن کلام کے ذکر کو دفع کیجیے اور ان سے بڑے امور پر مجھ سے بات کیجیے۔ مجھے بتایئے کہ مسلمانوں کے لیے کیا کیا جائے؟

۳- دوزخ کے خوف سے:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِلَّا تَنفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ [التوبۃ:۳۹]

اگر تم جہاد کے لیے نہیں نکلو گے تو وہ تمہیں دردناک عذاب میں مبتلا کر دے گا اور تمہاری جگہ ایک دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا اور تم اس کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ابن عربی ﷫ کہتے ہیں دنیا میں ''عذاب الیم'' یہ ہے کہ مسلمانوں کے دشمن مسلمانوں پر مسلط کر دیئے جائیں گے اور آخرت میں ان کو جہنم میں ڈالا جائے گا۔ (تفسیر قرطبی: ۸/۱۴۲) امام قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: کہا گیا ہے کہ اس آیت سے مراد کفر کے غلبے اور اس کی شوکت وقوت بڑھنے کی صورت میں حسب ضرورت ''نفیر عام'' کا وجوب ہے۔

اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیٓ اَنْفُسِھِمْ قَالُوْا فِیْمَ کُنْتُمْ قَالُوْا کُنَّا مُسْتَضْعَفِیْنَ فِی الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَکُنْ اَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃً فَتُھَاجِرُوْا فِیْھَا فَاُولٰٓئِکَ مَاْوٰھُمْ جَھَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَۃً وَّلَا یَھْتَدُوْنَ سَبِیْلًا فَاُولٰٓئِکَ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّعْفُوَ عَنْھُمْ وَکَانَ اللّٰہُ عَفُوًّا غَفُوْرًا

اور جب فرشتے ان کی روحیں قبض کریں گے اس حالت میں کہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کر رکھا ہوگا وہ ان سے پوچھیں گے تم کہاں تھے؟ وہ کہیں گے ہم زمین میں مسکین اور مظلوم تھے وہ کہیں گے کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم کا بدترین گڑھا ہوگا لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ رستہ جانتے ہیں شاید اللہ تعالیٰ معاف کر دے ان کو کیونکہ اللہ تعالیٰ بڑا عفو پرور اور معاف کرنے والا ہے۔

امام بخاری ﷫ نے عکرمہ ﷫ کی سند سے روایت کی ہے کہ: ''مجھے ابن عباس ﷠ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں کچھ مسلمان، مشرکین کی بستیوں میں رہتے تھے اور ان مشرکین کی عددی قوت میں اضافے کا سبب بنے ہوئے تھے، چنانچہ جب مسلمان تیر چلاتے تو ان میں سے کسی کو جا لگتا اور زخمی کرتا اور موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: اِنَّ الَّذِیْنَ تَوَفّٰھُمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ظَالِمِیٓ اَنْفُسِھِمْ۔۔۔۔۔

اسی طرح بعض مومنین جو مکہ میں اگرچہ اپنے دین پر پوری شد و مد کے ساتھ قائم تھے لیکن انہوں نے ہجرت نہیں کی تھی، جنگ بدر کے روز کفار سے ڈرتے اور شرم کھاتے ہوئے میدان میں آ نکلے اور کفار کے گروہ میں اضافے کا سبب بنے۔ پھر میں سے جو لوگ مارے گئے۔ بخاریؒ کی روایت ہے کہ وہ جہنم کے مستحق ٹھہرے۔ مستضعفین کا انجام جاننے کے بعد اب آپ کا کیا خیال ہے؟ جو نام کے مسلمان بنے کفار کا ظلم وستم سہہ رہے ہیں اور چوپایوں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، جو اپنی عزت، جان اور مال سے کھیلنے والی کسی نظر کو پھوڑنے، کسی انگلی کو موڑنے کی طاقت نہیں رکھتے، بلکہ ان میں سے کوئی اتنی طاقت بھی نہیں رکھتا کہ اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اپنی مرضی سے داڑھی چھوڑنا چاہے تو چھوڑ دے کیونکہ اس عمل سے اس کی اسلام سے محبت ظاہر ہوجاتی ہے (جو حکمرانوں کو اس کا دشمن بنا دیتی ہے)۔ بلکہ وہ اپنی بیوی کا لباس حسب شرع لمبا کرنا چاہے تو یہ بے چارہ یہ بھی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ ان کے ملک میں ایسا جرم ہے جس پر اسے لٹکایا جا سکتا ہے اور اس پر ہر قسم کی سزا عائد کی جا سکتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ کعبۃ اللہ میں بیٹھ کر تین نوجوانوں کو قرآن بھی نہیں پڑھا سکتا اگر چاہے کیونکہ یہ ''غیر قانونی اجتماع'' ہے جو جرم ہے بلکہ بعض نام نہاد اسلامی مملکتوں میں تو وہ اپنی بیگم کے بال بھی نہیں ڈھانک سکتا نہ ہی وہ

انٹیلی جنس کے ''کتوں'' کو اپنی بیٹی کا ہاتھ سے پکڑ کر لے جانے سے روک سکتا ہے جسے وہ اندھیرا پھیلتے ہی تاریکی کی چادر میں جہاں چاہیں گھسیٹتے پھریں۔ بے چارگی اور مظلومیت کی تصویر بنا وہ اپنی بیٹی کے انتظار کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔ سوچئے تو سہی! یہ کیسی بے بسی ہے اور کیسا اسلام ہے؟ کیا وہ اللہ کے باغی حکمرانوں کے جاری کردہ کسی حکم کو ماننے سے انکار کر سکتا ہے؟ ایسا حکم جس میں اسے طاغوتی حکمرانوں کی خواہشات کی بھینٹ چڑھ جانے کو کہا گیا ہو کیا اور لاکھوں لوگ اسی طرح کی ذلت اور مسکنت کی زندگی نہیں گزار رہے ہیں؟ ایسی حالت میں فرشتے اگر ان کی روح قبض کرلیں تو ظاہر ہے کہ یہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہیے کہ جب فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ: **فیما کنتم** (تم کہاں تھے؟) تو ان کا جواب کیا ہوگا؟

وہ یہی کہیں گے ناں کہ: **کنا مستضعفین فی الارض** (ہم زمین میں بے چارے مظلوم اور بے کس تھے) انہیں خبردار رہنا چاہیے کہ ''ضعف'' اللہ کے ہاں کوئی ''عذر'' نہیں ہے بلکہ یہ تو ایک ایسا جرم ہے جس کی سزا جہنم ہے۔

اللہ نے صرف ان لوگوں کو معذور قرار دیا ہے جو:

(۱) یا تو عمر کے آخری حصے میں ہیں۔ (۲) یا تو چھوٹے بچے ہیں۔ (۳) یا عورتیں ہیں۔

کیوں کہ یہ ظلم سے نجات کے لیے کوئی حیلہ اور وسیلہ نہیں پاتے اور آزادی اور عزتوں کے محافظ سرزمین کا راستہ نہیں جانتے جو نہ دار الاسلام کی طرف ہجرت کر سکتے ہیں اور نہ جہاد کے قافلوں میں شرکت کر سکتے ہیں ؎

میں اس شہر پُرفتن کو چھوڑ دوں گا، جہاں میری حمیت مر رہی ہے
جہاں قلب پریشان رو رہا ہے جہاں میری زباں بندی ہوئی ہے
سنا ہے صاحب الرائے وہی ہے، جو اپنے فیصلے بروقت کر لے
جسے روشن ہدایت مل گئی ہو وہ اپنے دامنوں کو خوب بھر لے

میں پورے علم و یقین اور پوری ذمہ داری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ جہاد...... اور جہاد کی طرف ہجرت، حقیقت میں ایک ہی اصل کے دو جز و ہیں جن میں کسی کو دین کی فطرت سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا اور وہ دین جس میں جہاد نہ ہو حقیقت میں نہ تو زمین میں اپنا وجود قائم رکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور نہ ایسے دین کا بوٹا پھل پھول سکتا ہے بلکہ ''جہاد کی قوت'' ہی اس دین کا جز وحقیقی ہے جس کا رب العالمین کی میزان میں اپنا وزن ہے، یعنی جہاد کو فقط انبعاثِ اسلام [صدر اسلام] کے زمانے کی ضرورت سمجھنا غلط ہے بلکہ جہاد تو اس قافلے کی مستقل ضرورت ہے جو دین کا ''ہدف آخر'' پا لینے کے لیے کوشاں ہو۔

استاد سیّد قطب رحمہ اللہ **فِیْ ظِلَالِ الْقُرْآن** ج ۲، ص ۷۴۲ پر اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اگر جہاد، حیات اسلامی کے کسی مرحلے کی عارضی ضرورت ہوتی تو قرآن میں اس کثرت سے تکرار اور تبلیغ کے تحریض کے ساتھ اس کا ذکر یوں ہر پارے میں نہ ہوتا اور اسے عارضی ضرورت کیسے قرار دیا جا سکتا ہے خصوصاً جبکہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا بیشتر حصہ پورے جوش و خروش اور سرگرمی کے ساتھ اس پر عمل کرتے گزر گیا ہے۔

اور اگر جہاد کسی مرحلے کی ''عارضی ضرورت'' ہی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ قیامت تک پیدا ہونے والے ہر مسلمان کے لیے یہ وصیت چھوڑ کر نہ جاتے کہ:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَغْزُ وَلَمْ یُحَدِّثْ بِهٖ نَفْسَهٗ مَاتَ عَلٰی شُعْبَةٍ مِّنْ نِّفَاقٍ (مسلم)

جو شخص ایسی حالت میں مر گیا کہ اس نے زندگی بھر نہ تو کبھی جنگ کی ہو گی نہ اس کے بارے میں کبھی سوچا ہو گا تو گویا وہ منافقت کی ایک خاصیت کے ساتھ مر گیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ جانتا تھا کہ جہاد کا یہ حکم شہنشاہوں پر بڑا گراں گزرے گا اور حکومتوں اور جاہ وحشمت والی سلطنتوں والے ضرور اس کے سامنے مزاحمت کریں گے کیونکہ یہ ان کے طریقے سے مختلف طریقہ اور ان کی فکر سے مختلف اسلوب ہے اور یہ مختلف طریقہ ماضی ہی میں مختلف نہیں تھا بلکہ وہ زمین کے ہر چپے پر مسلمانوں کی ہر نسل میں اور تاریخ کے ہر دور میں ان (جابر حکمرانوں) سے مختلف ہی رہا ہے بلکہ آئندہ بھی ان سے مختلف رہے گا اور ان کے خلاف سرگرم عمل بھی رہے گا۔

حکمت اور علم کا مالک رب کائنات یہ جانتا تھا کہ ''شر'' کی کمینی طبیعت سے کسی انصاف یا خیر کی توقع عبث ہے وہ خیر کا پودا آسانی سے بڑھتے، پھلتے پھولتے نہیں دیکھ سکتا، بلکہ خیر کے بیج کا نمو پانا ہی شر کے وجود کے لیے خطرے کا باعث ہے اور اسی طرح حق کا مجرد وجود باطل کے لیے خطرے کی علامت ہے، چنانچہ جس طرح دنیا میں امن قائم رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہر شر، خیر کی قوتوں کے سامنے سرنگوں ہو، اسی طرح باطل کا اپنے وجود کو قائم رکھنے کے لیے حق کو مٹانے اور ملیامیٹ کر دینے کی کوشش کرنا بھی لازمی ہے۔

یہ جبلت ہے .... یہ وقتی صورت حال نہیں ہے۔
یہ فطرت ہے .... یہ عارضی کشمکش نہیں ہے۔
اور اگر صورت یہ ہے .... تو جہاد کی ضرورت بھی واضح ہے!

اور یہ بھی جہاد کی اس کشمکش کو ہر وقت اور ہر صورت میں جاری رہنا چاہیے اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ جہاد کا یہ عمل ضمیر کے نہاں خانوں سے شروع ہو اور آہستہ آہستہ زور پکڑتا ہوا عالم واقع اور منصۂ شہود پر آ ظاہر ہو اور یہ لازم ہے کہ مسلح برائی کے خلاف جہاد کے لیے خیر کی طاقتیں بھی جدید ترین اسلحے سے لیس ہوں اور ہر قسم کے اسلحے سے مزین اس ٹڈی دل باطل کا سامنا کرنے کے لیے حق کی تلواریں بھی خوبصورتی کے ساتھ صیقل شدہ [تیز کی ہوئی] ہوں۔ ورنہ یہ کار ''کارِ خودکشی'' بن کر رہ جائے گا یا ایسا مذاق جو مومنین کی سنجیدہ طبیعتوں کو زیب نہیں دیتا ؎

میں دشمن کو بھلا الزام کیوں دوں اگر وہ ظلم مجھ پر کر گیا ہے
مجھے لازم ہے ہر دم ہوشیاری اسے لازم سوائے ظلم کیا ہے؟

۴- ندائے ربانی پر لبیک کہتے ہوئے:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا وَّ جَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ وَاَنۡفُسِكُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ‌ؕ ذٰ لِكُمۡ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ [التوبۃ:۴۱]

نکلو اللہ کی راہ میں خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر قرطبی ج ۸،ص ۱۵۱ پر ''خفافا و ثقالا'' کی تفسیر کرتے ہوئے دس اقوال درج کیے ہیں:

۱- ابن عباس رضی اللہ عنہما نے روایت کیا کہ اس سے مراد ''جوان'' اور ''بوڑھے'' ہیں۔

۲- ابن عباس رضی اللہ عنہما اور قتادہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ اس سے مراد ''ہوشیار'' اور ''کاہل'' ہیں۔

۳- مجاہد نے ان دونوں کا ترجمہ یوں کیا ہے:

الخفیف: یعنی غنی مال دار (جس کی زندگی خوش حال ہو)

الثقیل: یعنی فقیر، مسکین (جس پر زندگی گزارنا مشکل ہو)

۴- شیخ حسن رحمہ اللہ نے کہا: الخفیف: یعنی جوان۔ الثقیل: یعنی بوڑھا۔

۵- زید بن علی رحمہ اللہ اور حسن بن عتیبہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس آیت میں ''خفافا و ثقالا'' سے مراد ہے ''مشغول'' اور ''فارغ'' لوگ۔

۶- زید بن اسلم رحمہ اللہ ''ثقیل'' اسے سمجھتے ہیں ''جو عیالدار ہو'' اور ''خفیف'' وہ جو عیالدار نہ ہو۔

۷- ابن زید رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ''ثقیل'' وہ ہے جو کوئی ایسا کام کرتا ہو جس کا چھوڑنا اس کے لیے مشکل ہو اور ''خفیف'' وہ ہے جو کوئی کام نہ کر رہا ہو۔

۸- امام اوزاعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''الخفاف'' لڑنے والے پیدل سپاہی اور ''الثقال'' گھڑسوار۔

۹- ایک اور تفسیر یہ بیان کی گئی ہے کہ:

الخفاف: وہ لوگ ہیں جو جنگ میں سب سے پہلے نکلتے ہیں، یعنی جیش کا ''ہراول دستہ'' اور ''الثقال'' فوج کا باقی حصہ۔

۱۰- امام نقاش رحمہ اللہ نے الخفیف کا ترجمہ ''بہادر'' اور الثقیل کا ترجمہ ''بزدل'' کیا ہے۔

صحیح تر یہ ہے کہ آیت میں عامۃ المسلمین کو بالجملہ حکم دیا گیا ہے کہ ''نکلو چاہے یہ نکلنا تم پر بہت مشکل ہو یا بہت آسان''۔

ایک روایت ہے کہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور پوچھا کیا مجھ پر بھی جہاد کے لیے نکلنا فرض ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں؟ تا آنکہ اللہ تعالیٰ نے آیت لیس علی الاعمی حرج نازل فرما کر اندھوں پر سے جہاد میں لازمی شرکت کے حکم کو اٹھالیا۔ اس حکم سے نابینا افراد پر کوئی حرج [مشکل] ڈالنا مقصود نہیں ہے، یعنی ان کے عذرِ کور چشمی کو قبول کیا گیا ہے اور ان کو اس حکم سے رعایت دے دی گئی ہے۔

یہ سارے اقوال خفت اور ثقل کے مثال کے طور پر درج کیے گئے ہیں اور کسی باعقل اور ذی ہوش فرد کو اس میں کیا شبہ ہوسکتا ہے کہ افغانستان اور فلسطین بلکہ سارے عالم اسلام کے تمام کونوں اور گوشوں میں ظلم کی چکیوں میں پستے ہوئے مسلمانوں کے لیے یہ آیت نفیر عام کا حکم ہے اور یہ کہ اس آیت کے مصداق ہم سب پر ہلکے اور بوجھل دونوں صورتوں میں نکلنے کا حکم لاگو ہوتا ہے۔

اور اس بات پر تو مسلمانوں کے سارے محدثین، سارے فقہاء سارے اصولیین متفق ہیں کہ اگر کسی اسلامی حکومت کے کسی خطے پر یا کسی ایسی سرزمین پر جو کبھی ایک دن بھی دارالاسلام رہی ہو، دشمن حملہ آور ہو تو اس خطے کے مسلمانوں پر لازم ہو جاتا ہے کہ وہ دشمن کے مقابلے کے لیے نکلیں اگر وہ بیٹھے رہ گئے یا سستی اور کاہلی کر گئے اور دشمن کو نہ روک سکے تو یہ فرض عین اس سے ملحقہ آبادی پر منتقل ہو جاتا ہے اگر وہ بھی دشمن کو روکنے سے عاجز رہیں تو ان سے ملحق آبادی پر اور اس طرح ملحق سے ملحق آبادی پر سے ہوتا ہوا وہ پورے کرۂ ارض پر بسنے والے ہر مسلمان پر فرض عین ہو جاتا ہے اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے تو نماز اور روزے کی طرح اس کے ترک کی گنجائش بھی نہیں رہتی، یعنی اس وقت بیٹے کو باپ کی اجازت کے بغیر، قرضدار کو قرض خواہ کی اجازت کے بغیر، بیوی کو شوہر کی اجازت کے بغیر اور غلام کو اپنے آقا کی اجازت کی پرواہ کیے بغیر میدان میں نکلنا ضروری ہو جاتا ہے اور یہ فرض عین اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک بلادِ اسلامیہ کفر کی گندگی اور شر سے نجات نہیں پا جاتے۔

میں نے اب تک (اپنے محدود مطالعے کی حد تک) فقہ، حدیث یا تفسیر کی کوئی کتاب ایسی نہیں دیکھی جس میں ایسی حالت میں جہاد کے فرض عین ہونے کی صورت میں ان رخصتوں کا ذکر نہ ہو، بلکہ میں نے کسی سلف صالح کو اس صورت حال کو ''فرض کفایہ'' سے تعبیر کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا، نہ ہی ان میں سے کسی نے والدین کی اجازت کو شرط قرار دیا ہے۔

پھر ایک بار فرض ہو جانے کے بعد مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد کو اس وقت تک جاری رکھیں جب تک کہ کرۂ ارض پر ایک بقعۂ زمین بھی کفار کے قبضے میں باقی ہو۔ ہاں البتہ اسی کے لیے نجات ہے جس نے جہاد کیا چنانچہ آج جس نے بھی جہاد سے منہ موڑا یا ایک دفعہ جہاد کر کے چھوڑ دیا وہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص بغیر عذر کے رمضان کا روزہ چھوڑ دے یا

جو مالدار ہونے کے باوجود زکوۃ دینے سے انکار کردے بلکہ جہاد کے تارک کا گناہ ان سب کے گناہوں سے زیادہ ہے۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے تو یہاں تک فرما دیا:

والعدو الصائل الذی یفسد الدین والدنیا لیس اوجب بعد الایمان من دفعه

دین اور دنیا کو تہس نہس کرنے کے لیے حملہ آور ہونے والے دشمن کا مقابلہ کرنا ایمان کے بعد سب سے پہلا واجب عمل ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی واجب اور فرض نہیں ہے۔

اور ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس سلسلے میں ہمارے لیے ایک مینارۂ نور ہے، انہوں نے انفروا خفافا وثقالا کا حکم پڑھا تو فرمایا: **شبانا وکهولا ما سمع الله عذرَ احد** جوان ہو یا بوڑھا اللہ نے کسی کا عذر تسلیم نہیں کیا۔

پھر فرمایا: میرے بیٹو! مجھے تیار کرو مجھے تیار کرو۔ بیٹوں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے، آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ زندگی بھر جہاد کرتے رہے، پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں آپ نے ان کے ہمراہ جہاد کیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بھی سارا وقت جنگوں میں شریک رہے۔ اب آپ جہاد کے قابل نہیں رہے تو اب ہم ان شاء اللہ آپ کی جگہ جہاد کرنے کے لیے تیار ہیں۔ آپ کو فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہا: نہیں نہیں۔ مجھے تیار کرو۔ پھر تیار ہوئے ...... اور ایک بحری قافلے میں جا شامل ہوئے۔ وہیں سمندر میں ایسی حالت میں لیلائے شہادت سے ملاقات ہوئی کہ آپ کے ساتھیوں کو آپ کو دفن کرنے کے لیے سات روز تک کوئی جزیرہ نہ مل سکا۔ سات روز بعد آپ کو ایک جزیرے میں دفن کیا گیا تو اس وقت آپ کا جسم بالکل تر و تازہ تھا اور اس میں کسی قسم کا کوئی تغیر واقع نہیں ہوا تھا۔

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر کی آٹھویں جلد ص ۱۵۱ پر لکھتے ہیں:

مسلمانوں کی زمین کے کسی چپے یا ان کی جاگیروں اور عمارتوں کے کسی ذرا سے ٹکڑے پر دشمن کے قبضے سے آس پاس کی آبادیوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، یعنی ان پر لازم ہے کہ وہ ہلکے ہوں یا بوجھل، بوڑھے ہوں یا جوان، اپنی طاقت کے مطابق نکلیں۔ جن کے والدین نہ ہوں وہ بھی نکلیں اور جن کے والدین زندہ ہوں وہ بھی اجازت کا انتظار کیے بغیر اللہ کی راہ میں نکل آئیں۔ اور کوئی شخص جو نکل سکتا ہو پیچھے نہ رہنے پائے۔ خواہ وہ مقاتل کی حیثیت سے نکلے یا مکاثر کی حیثیت سے۔ پھر اگر اس شہر کے لوگ دشمن کا مقابلہ نہ کر سکیں تو ان کے قریب والے اور پڑوسی مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس دشمن کے مقابلے کے لیے نکلیں اور اس آبادی والوں کو بھی ان کی طاقت اور قوت مدافعت کا احساس دلائیں اور اسی طرح جس کو بھی دشمن کے مقابلے میں مسلمانوں کے ضعف کا پتہ چلے اور وہ محسوس کرے کہ دشمن ان پر غالب آنے والا ہے اور یہ کہ وہ اپنے ان بھائیوں کی کسی طرح بھی مدد کر سکتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان کے لیے میدان میں نکل آئے کیونکہ سارے مسلمان اپنے دشمن کے لیے ایک جسد واحد اور ایک مضبوط و متحد قوت ہیں۔

اسی طرح اگر کسی متاثرہ آبادی والے اپنے اوپر حاوی ہونے والے دشمن کا مقابلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یہ فرض دوسروں پر سے ساقط ہو جائے گا۔ پھر اگر دشمن دار الاسلام کے قریب بھٹکتا ہوا پایا جائے چاہے وہ دار الاسلام میں داخل بھی نہ ہو تو اس کے مقابلے کے لیے نکلنا لازم ہو جاتا ہے تاکہ اللہ کا دین غالب، ملت اسلامیہ اور سرحدات اسلامیہ محفوظ اور دشمن دین ذلیل اور رسوا ہو...... اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

مشہور شاعر نابغۃ الجعدی نے اپنی بیگم سے اس وقت مخاطب ہو کر کیا خوبصورت اشعار کہے ہیں جب وہ خاندان کی کفالت کا واسطے دے کر اسے جہاد سے روک رہی تھی۔

ترجمہ:

وہ میرے پاس بیٹھی کہہ رہی تھی، مری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے
سن اے ہمدم! اگر وہ نکالے تو کیا اللہ کو میں روک دوں گا
کتابی آیتیں شکوہ کریں گی، تو پھر میں اپنے رب سے کیا کہوں گا
اگر میں لوٹ آیا فضلِ حق سے تو اللہ ہی مجھے لوٹا کے لایا
اگر میں رب سے اپنے ہوں ملاقی، تو پھر تم ڈھونڈ لینا اور سایہ
میں لنگڑا اور اندھا تو نہیں ہوں کہ میرا عذر مجھ کو روک پائے
جسے کوئی بھی بیماری نہ ہو تو وہ میدان وغا میں کیوں نہ جائے

۵- اپنے سلف صالح کی اتباع میں:

جہاد ہمارے تمام سلف صالحین کی سنت اور عادت رہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود مجاہدین کے سب سے بڑے قائد تھے اور ''ہراول دستے'' کی قیادت خود کرتے تھے چنانچہ جب جنگ کا میدان گرم ہوتا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دفاع کی خاطر، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد حصار باندھنے کی کوشش کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمن کے سب سے زیادہ قریب یعنی اگلے مورچوں پر پاتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعداد ۲۷ ہے اور وہ جنگیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باقاعدہ خود جنگ میں حصہ لیا ۹ ہیں (یعنی غزوۂ بدر، غزوۂ احد، غزوۂ مریسیع، غزوۂ خندق، غزوۂ بنی قریظہ، غزوۂ خیبر، فتح مکہ، غزوۂ حنین اور غزوۂ طائف) ان ۹ رغزوات میں ہم نے فتح مکہ کو اس لیے شامل کر دیا ہے کہ بعض علما کی رائے میں مکہ بزور شمشیر فتح ہوا تھا اگر صورت حال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ۲۳ سالہ دور نبوت میں بلکہ یوں کہیے کہ ۱۳ سالہ دور مدینہ میں ۲۷ مرتبہ میدان جنگ میں نکلتے ہیں اور ۴۷ سرایا بھیجتے ہیں تو اسلام اور جہاد کا آپس میں تعلق اور اس کی ضرورت صاف واضح ہو جاتی ہے۔ حساب لگایا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ زیادہ سے زیادہ دو ماہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور کوئی نہ کوئی سریہ

بھیجتے تھے یا خود جنگ کے لیے نکلتے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی طریق پر چلتے رہے۔ حقیقت میں آسمانوں سے اترتا ہوا قرآن اس نسل کی تربیت کر رہا تھا انہیں جہاد کا حکم دے رہا تھا اور انہیں دنیا میں غرق ہو جانے سے ایسے ہی بچا رہا تھا جیسے ہم میں سے کوئی ''سانپ کے کاٹے'' کو پانی سے بچاتا ہے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے اپنی مستدرک ج ۲، ص ۲۷۵ پر لکھا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کی تصدیق بھی کی ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے کہ: اسلم ابو عمران سے روایت ہے کہ قسطنطنیہ کے محاصرے کے دوران ایک مہاجر نے دشمن کی صفوں پر حملہ کیا اور ان کو چیرتا ہوا دور تک نکل گیا۔ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ تھے ان کے سامنے کسی نے اس پر تبصرہ کیا ''القی بیدہ الی التھلکة'' (اس نے اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈال لیا)۔

یہ سن کر حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم اس آیت کے بارے میں زیادہ جانتے ہیں یہ اس وقت ہم پر نازل ہوئی تھی جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ بے شمار جنگیں لڑنے کے بعد اور اسلام کے غالب ہونے اور پھیل جانے کے بعد ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ہم کچھ انصاری آپس میں باتیں کرنے لگے کہ کیا خوب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے سرفراز کیا یہاں تک کہ اسلام پھیل گیا اور مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی ہم نے اس کی خاطر اپنے اہل وعیال کو مشکل میں ڈالا اپنے مالوں اور اولادوں کی قربانی دی...... الحمدللہ اب جنگ ختم ہوئی، اب ہم اپنے اہل وعیال کی طرف لوٹیں گے اور بس انہی کے درمیان رہیں گے۔ اسی وقت یہ آیت نازل ہوئی:

وَ اَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَةِ [البقرۃ: ۱۹۵]

اللہ کے راستے میں خرچ کرو اور اپنی جانوں کو ہلاکت و مصیبت میں نہ ڈالو۔

یعنی ہلاکت اصل میں یہ تھی کہ ہم اپنے اہل وعیال اور اموال کے درمیان رہ جاتے اور جہاد چھوڑ دیتے ...... نہ یہ کہ ایک شخص بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کے قلب میں جا گھسا۔

عکرمہ رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ ''ضمرہ بن العیص رضی اللہ عنہ'' مریض ہونے کی وجہ سے مکہ میں مستضعفین کی زندگی گزار رہے تھے۔ انہوں نے جب سنا کہ اللہ تعالیٰ نے ہجرت کے بارے میں کیا فرمایا ہے تو فوراً کہا کہ: مجھے اس آبادی سے نکال لے چلو مجھے اس آبادی سے نکال لے چلو۔ چنانچہ ان کے لیے ایک خصوصی بستر کا انتظام کر کے انہیں اس پر لٹا دیا گیا پھر وہ جونہی مکہ سے نکلے تو مکہ سے ۶ کلومیٹر کے فاصلے پر تنعیم کے مقام پر ان کا انتقال ہو گیا۔

آپ نے دیکھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قرآن کی اس آیت کا کیا مطلب سمجھتے تھے اور اس آیت کے نزول کے بعد مستضعفین فی الارض کی زندگی گزارنا کتنا ناپسند کرتے تھے۔

امام طبری رحمہ اللہ نے ایک صاحب سے روایت کیا کہ جس نے خود مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کو حمص میں ایک تابوت کے کنارے کھڑے دیکھا کہ اپنے موٹے اور بھاری جسم کے مطابق تابوت کا آرڈر دے رہے ہیں، پوچھا گیا: خیریت ہے؟ کہا: جہاد کی تیاری ہے۔ کہا گیا: اللہ نے آپ کا عذر (بے حد موٹا ہونا) قبول کر رکھا ہے پھر یہ کیوں؟ کہا: ہمارے پاس گھروں سے نکالنے والی آیت آ چکی ہے، یعنی انفروا خفافا وثقالا نکلو...... ہلکے ہو یا بوجھل۔

امام زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

سعید بن مسیب رحمہ اللہ جنگ کے لیے نکلے حالانکہ ان کی ایک آنکھ پہلے ہی جنگ کی نذر ہو چکی تھی۔ ان سے کہا گیا آپ معذور ہیں، آپ آرام کیجیے نکلنے کو اور بہت سے لوگ موجود ہیں۔ فرمایا: نہیں اللہ نے خفیف اور ثقیل ہر شخص کو نکلنے کو کہا ہے۔ اگر میں جنگ نہیں کر سکتا تو کیا ہوا مسلمانوں کے گروہ میں اضافے کا سبب ہی بنوں گا اور محاذ جنگ پر ان کے سامان کی حفاظت کروں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ شام کی جنگوں میں کچھ لوگوں نے ایسے شخص کو دیکھا جس کی پلکیں بڑھاپے کی وجہ سے اس کی آنکھوں پر گر چکی تھیں۔ اس سے کہا گیا...... چچا میاں! اللہ نے آپ کا عذر قبول کر رکھا ہے، آپ جہاد کی تکلیف اٹھانے کے لیے کیوں نکلے ہوئے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: بھتیجے! اللہ نے ہمیں ہلکے اور بوجھل دونوں صورتوں میں نکلنے کا حکم دیا ہے۔ [تفسیر القرطبی: ج ۸، ص ۱۵۱]

قارئین! یہ دیکھیے یہ حضرت ابراہیم ابن ادھم رحمہ اللہ ہیں۔ جب کبر سنی [بڑھاپے] میں انہوں نے محسوس کیا کہ اب موت قریب ہے تو فرمایا کہ: میری کمان میں تیر چڑھا دو۔ پھر اس حال میں انتقال فرمایا کہ ان کے ہاتھ میں وہ کمان مضبوطی سے جکڑی ہوئی تھی۔ انتقال کے بعد انہیں وہیں بلاد روم کے ایک جزیرے میں دفن کیا گیا۔ [تاریخ دمشق از علامہ ابن عساکرؒ ج ۲، ص ۱۷۹]

اور یہ دیکھیے یہ عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ ہیں۔ جو ضعیف العمری کے باوجود اسلام کی جغرافیائی سرحدوں پر جہاد فی سبیل اللہ کے لیے دو ہزار ۶ سو کلومیٹر کی مسافت طے کر کے آئے ہیں۔ کچھ سفر پیدل کیا اور کچھ اپنی سواری کی پشت پر۔ (عبداللہ بن مبارک از ڈاکٹر المحسب)

اور یہ زبیر المروزی رحمہ اللہ ہیں جو کہہ رہے ہیں: مجھے چالیس سال سے گوشت کھانے کی خواہش ہے، لیکن میں گوشت نہیں کھاتا اور میرا عزم ہے کہ یہ خواہش اب رومی بھیڑوں کی غنیمت ہی سے پوری کروں گا۔ (ترتیب المدارک از قاضی عیاض ج ۳، ص ۲۴۹)

اور یہ کوفہ کے قاضی عروہ بن الجعد رحمہ اللہ ہیں جن کے گھر میں جہاد کے لیے ہر وقت ۷۰ گھوڑے بندھے رہتے ہیں۔ (تہذیب الاسماء واللغات)

محمد بن واسع رحمہ اللہ عبادت گزار محدثین اور سرحدوں پر ہمیشہ نگرانی کرنے والے غازیوں میں سے تھے۔ ان کے بارے میں عظیم سپہ سالار قتیبہ بن مسلم الباہلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محمد بن واسع رحمہ اللہ کی عین میدانِ جنگ میں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ایک انگلی مجھے ایک لاکھ قاتل تلواروں اور شاطر [چالاک] جوانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ (المشوق فی

الجہاد:ص۶۹)

احمد ابن اسحق السلمی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ میری اس تلوار نے تقریباً ایک ہزار ترک کافر باشندے مارے ہیں......اگر بدعت نہ ہوتی تو میں وصیت کرجاتا کہ اس [تلوار] کو میرے ساتھ ہی دفن کردیا جائے۔(تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانیؒ ج ۱،ص ۱۴)

اور یہ ابوعبداللہ بن قادوس رحمہ اللہ ہیں جو دشمن کا بے تحاشہ جانی نقصان کرنے کی وجہ سے اندلسی عیسائیوں میں مشہور ہیں، کہ ایک بار جب ایک صلیبی گھوڑے نے پانی پینے سے انکار کردیا تو اس نے کہا: کیا بات ہے پانی کیوں نہیں پی رہے؟ کیا پانی میں ابن قادوسؒ کی شکل نظر آرہی ہے؟ (المشوق فی الجہاد)

اور یہ بدر بن عمار رحمہ اللہ ہیں جو اپنے کوڑے کی مدد سے شیر ببر کو مار ڈالتے تھے، چنانچہ متنبی نے ان کی مدح کرتے ہوئے لکھا ؎

شجاعت اس کی عالم آشکارا فقط کوڑے سے شر نر کو مارا

اصل شعر یوں ہے:

امغفر اللیث الھزبر بسوطه
لمن اذ خرت الصارم المصقولا

جس نے اپنے کوڑے سے چیرنے پھاڑنے والے شیر کو خاک وخون میں تڑپا دیا سوچنا چاہیے کہ اس نے اپنی صیقل شدہ [تیز دھار والی] تلوار کس کے لیے بچا کر رکھی ہے۔

اور یہ عمر مختار رحمہ اللہ ہیں جن کے بارے میں اطالوی جنرل کہتا ہے:

''عمر مختار بیس مہینوں میں ہماری فوج سے ۲۶۳ بار ٹکرایا اور اس کے مجموعی معرکوں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچتی ہے''۔

اور یہ شیخ محمد فرغلی رحمہ اللہ ہیں کہ جونہی انگریزوں کو شہر میں ان کے داخلے کی خبر ملتی ہے وہ اپنی چھاؤنیوں میں ہنگامی حالت کا اعلان کرا دیتے ہیں......انگریزوں نے ان کو زندہ یا مردہ گرفتار کروانے کے لیے ۵ ہزار پاؤنڈ (مصری) انعام کا اعلان کر رکھا تھا۔

نہر سوئز کے کنارے انگریزوں کی کشتیوں کے پشتے لگا دینے والے یوسف طلعت رحمہ اللہ کو ''جرار الانجلیز'' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے......یعنی انگریزوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹنے والا۔

صدر ناصر (لعنہ اللہ) نے اپنے امریکی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے ان کو پھانسی دے دی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

یہ احمد شاہ مسعود کی مجلس کے ایک رکن ''محمد بانا'' ہیں انہوں نے اپنے گروپ کے ساتھ درۂ سالانگ میں سیکڑوں روسی گاڑیاں شکار کیں۔ روسی انہیں ''جنرل محمد بانا'' کہتے ہیں۔

عبداللہ بن انس نے مجھے بتایا کہ ایک روز کچھ روسیوں نے اسے دیکھ لیا اور اسے دیکھتے ہی خوف سے بعض کے ہاتھوں سے اسلحہ گر پڑا۔

دوستو! یہ ہے ہمارے اسلاف کی سنت! کیا ہم اپنے جلیل القدر، شجاع، اور دنیا کی تاریخ اور جغرافیہ بدل کر رکھ دینے والے بزرگوں کے طریقے پر نہیں چلیں گے؟

۶- دارالاسلام کے لیے بنیادی گروہ تیار کرنے کے لیے:

واضح رہے کہ زمین کے سینے پر ایک مسلم معاشرے کا قیام مسلمانوں کے لیے بالکل اسی طرح ضروری ہے جس طرح انسانوں کے لیے ہوا اور پانی۔ اور یہ ''دارالاسلام'' جہاد کے نعروں اور عمل کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے والی اور معرکوں میں کشت وخون کے بازار گرم کرنے والی کسی منظم تحریک کے بغیر قائم نہیں ہوسکتا اور کوئی تحریک اسلامی ''عام عوامی جہاد'' کے بغیر اسلامی معاشرے کے قیام اور دارالاسلام کی تشکیل کا فرض ادا نہیں کرسکتی۔ واللہ اعلم!

اس تحریک کی مثال جو اس عوامی جہاد کا دھڑکنے والا دل ہوگی اور سوچنے والی فکر، اس چھوٹے سے اسٹارٹر کی ہوسکتی ہے جو اپنے ذرہ سے شعلے سے بڑی بڑی موٹریں چلا دیتا ہے۔ یہ تحریک اسلامی اس عظیم امت کو ابتدائی قوت فراہم کرے گی اور اس کی بنیادوں میں خیر اور نیکی کے بیج بوئے گی۔ آپ جانتے ہیں کہ تخت کسریٰ کو ہلا دینے والے اور قیصر کا رعب مٹی میں ملا دینے والے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی کل تعداد عامۃ المسلمین کی نسبت بے حد کم تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اسلام سے مرتد ہونے والے قبائل کو بھی توبہ کے اعلان کے بعد ایران اور فارس کی جنگوں میں بھیج دیا تھا...... انہی دنوں کی بات ہے جب طلیحہ بن خویلد الاسدی (جس نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا) قادسیہ کے بہادر ہیرو کے طور پر مشہور ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اسے ایران کے حالات کے بارے میں رپورٹ لانے کی ذمہ داری دے کر بھیجا تھا......اس نے پوری ذمہ داری اور بہادری کے ساتھ یہ کام انجام دیا اور پھر اس کی یہ بہادری مشہور ہوگئی۔

اور جہاں تک بات ہے ان مٹھی بھر نوجوانوں کی تو اگر کوئی یہ سمجھ رہا ہے کہ اسلامی معاشرہ قائم کرنا انہی کا کام ہے تو میں واضح لفظوں میں بتا رہا ہوں کہ یہ ایک بے تکا خیال ہے اور ایک بے بنیاد نظریہ ہے...... میں سمجھتا ہوں کہ جمال عبدالناصر نے اقتدار پانے کے بعد تحریک اسلامی کے ساتھ جو کچھ کیا اس کے بعد بار بار اس تجربے کو دہرا کر مختلف نتائج حاصل نہیں کیے جاسکتے۔

عوامی جہاد کا یہ سفر اپنے طویل راستوں پر
مصیبتوں کی کڑواہٹیں چکھتا

قربانیوں کے ڈھیر لگاتا
لاشوں کے انبار پیش کرتا۔ اپنا سفر طے کرتا چلا جاتا ہے۔
اور اس راستے میں
دل پاکیزہ ہو کر زمین کی پشتیوں سے اٹھ کر آسمانوں کی بلندیوں کو چھو لیتے ہیں۔
دولت کے طلبگاروں کے چھوٹے چھوٹے جھگڑے اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔
مادی چیزوں کا لالچ ختم ہو جاتا ہے۔
دلوں کے بغض مٹ جاتے ہیں۔
پھر روحیں صاف اور شفاف ہو کر جگمگانے لگتی ہیں۔
اور قافلہ نیچے کی طرف جانے والے بہاؤ سے الگ ہو کر
اونچی چوٹیوں کی طرف سفر شروع کر دیتا ہے
ان چوٹیوں کی طرف...... جہاں مٹی کی بو بھی نہیں ہوتی
اور جنگلوں کے جھاڑ جھنکار بھی نہیں ہوتے۔
جہاد کے اس راستے پر صالح قیادتیں ابھر کر سامنے آتی ہیں، قربانیوں اور عطا و سخاوت کے ذریعے صلاحیتوں کا اظہار ہوتا ہے۔
اور مردوں کی مردانگی اور شجاعت واضح ہوتی ہے ؎

بزرگی رقص رقاصہ نہیں ہے، بزرگی رت جگوں اور جنگ میں ہے

پھر مقاصد کے ارفع ہونے کے ساتھ ساتھ توجہات بھی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے ہٹ کر بڑے مقاصد کی طرف منقلب ہوتی ہیں اور بڑے اور اہم کام خواہشات کا ہدف اور عوام کی آرزوئیں قرار پاتے ہیں ؎

اگر تم عزتیں چاہو یارو، ستاروں سے اُرے ہمت نہ ہارو
جو موت اک بار آنی ہے پیارو، اسے سینے سے نیچے مت اتارو
مگر ایسے کہ جب تم مر رہے ہو، کوئی کارِ مرداں کر رہے ہو
یہی بات اک دانا نے کہی ہے کہ اصلی نامرادی بزدلی ہے
خود اپنے آپ کو دھوکے میں رکھنا، کمینوں کی یہی فطرت رہی ہے

معاشروں کا مزاج بھی بالکل پانی کی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح کھڑے ہوئے پانی کی سطح پر گندگی ہو اور طرح طرح کے غلیظ کیڑے ظاہر ہو جاتے ہیں اور جاری پانی میں نہ تو بدبو ہوتی ہے نہ غلیظ جانور اس کی سطح پر ٹکے رہ سکتے ہیں۔ اسی طرح ٹھہرے ہوئے جامد معاشروں میں وہ قیادتیں ابھر ہی نہیں سکتیں جو ذمہ داریوں سے حقیقتاً عہدہ برآ ہونے کی صلاحیتیں رکھتی ہوں کیونکہ وہ کسی حرکت، محنت، قربانی یا سخاوت و عطا کے راستے سے ابھر کر نہیں آتیں۔

اسی طرح ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اسلامی معاشرے میں بھاری ذمہ داریاں ادا کرنے اور جلیل القدر قربانیاں دیے بغیر نہیں ابھرے، چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتخاب کے وقت کسی ''الیکشن'' اور انتخابات کی ضرورت نہیں پڑی بلکہ امت خود ہی ان کے انتخاب پر متفق ہوگئی۔ جونہی رسول اللہ ﷺ کی روح جنتوں میں رفیق اعلیٰ سے ملی...... ساری نگاہیں میدان کی طرف اٹھ گئیں اور ان میں سے کسی کو ابوبکر رضی اللہ عنہ سے زیادہ افضل کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

پھر اس حقیقت سے کسے انکار ہو سکتا ہے کہ جو قوم جہاد کرتی ہے وہ بھاری قیمت ادا کرتی ہے اور اس بھاری قیمت کے بدلے میں وہ پکا ہوا اور پختہ پھل سمیٹتی ہے جس کو اس سے چھیننا آسان نہیں ہوتا کیونکہ اس کے حصول میں خون اور پسینہ استعمال ہوا ہوتا ہے، اس کے مقابلے میں وہ فوجی انقلاب جو سفارت خانوں کی پس پردہ سازشوں کے ذریعے لایا جاتا ہے اور جسے لوگوں کے دلوں میں اتارنے کے لیے ''قومی نشریاتی رابطوں'' پر تقریروں کا سہارا ڈھونڈا جاتا ہے، اس کی بساط لپیٹ دینا بھی اسی قدر آسان ہوتا ہے ؎

وہ جس نے شہر پر قبضہ کیا ہو الگ لیکن وہ جنگوں سے رہا ہو
بڑا آساں ہے اس سے شہر لینا اگر تم شہر اس سے لینا چاہو

اس کے بالکل برعکس بہادر اور جہاد کی لمبی، پر مشقت اور طویل شاہراہیں پاٹنے والے جری سپہ سالاروں کے زیر قیادت جنتوں کی طرف سفر کرنے والی ''امت جہادیہ'' کو راستے سے بھٹکا دینا یا اسے اپنی قیادت کے خلاف باغی کر دینا یا اس کا تختہ الٹنے کی سازشیں کرنا، آسان نہیں ہوتا...... نہ ہی اس کے دشمنوں کے لیے یہ آسان ہے کہ اسے اپنے عظیم الشان سپوتوں کے راستے سے شکوک میں مبتلا کر دیں۔

پھر جہاد کی یہ لمبی اور طویل تحریک امت اسلامیہ کے افراد کو یہ شعور عطا کرتی ہے کہ وہ سب ایک ہیں، ان سب نے مل کر اس انقلاب کی قیمت ادا کی ہے اور وہ سب اس اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے دی جانے والی قربانیوں میں شریک ہیں، چنانچہ اس احساس کے زیر اثر وہ تمام اس نومولود معاشرے کے چوکیدار اور محافظ بن جاتے ہیں جیسے

پوری امت نے تمام تر مشقتیں جھیلنے کے بعد وجود اور نیا آہنگ بخشا ہے۔

ہاں!......اسلامی معاشرے کے لیے نئے سرے سے پیدا ہونا ضروری ہے......اور پیدائش کے لیے خون کا بہنا ضروری ہے......اور خون کا بہاؤ تکلیف اور درد سے بغیر ممکن نہیں۔ پھر جہاد کی لمبی اور پر مشقت جدو جہد امت کے جسم سے سستی اور ڈھیلا پن دور کر دیتی ہے اور وہ ساری نزاکتیں اور نخرے اپنی مشقتوں کے ساتھ بہا کر لے جاتی ہے جو ٹھہری ہوئی اقوام اور جامد معاشروں میں عام طور پر پائی جاتی ہیں۔

۷-کمزوروں کی حمایت کی خاطر:

جی ہاں! جہاد اسلامی کی وجوہات میں سے ایک، مظلومین و مستضعفین کی حمایت و نصرت اور ظلم کا خاتمہ بھی ہے:

وَ مَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّ اجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا [النساء:۷۵]

اور تم کو کیا ہوا کہ اللہ کی راہ میں اور ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کی خاطر نہیں لڑتے جو دعائیں کیا کرتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو اس شہر سے جس کے رہنے والے ظالم ہیں نکال کر کہیں اور لے جا اور اپنی طرف سے ہمارا کوئی حامی و مددگار پیدا کر دے۔

اس آیت کا اجمالی مطلب یہ ہے کہ: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں مستضعفین کی مدد کے لیے نہیں لڑتے حالانکہ وہ تمہیں پکار رہے ہیں کہ تم اللہ کے ولی، دوست اور مددگار کی حیثیت سے آ کر ان کی مدد کرو اور انہیں ظالموں کی قید سے چھڑاؤ ؂

عورتیں دشمنوں کی قید میں اور مسلم چین سے بیٹھے رہیں

اس بات پر سارے فقہاء متفق ہیں کہ اگر کوئی مسلمان عورت دشمن کی قیدی ہو جائے تو نفس اور مال سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے بلکہ بزازیہ میں تو یہاں تک ہے کہ: ''اگر مشرق میں کوئی مسلمان عورت دشمن کی قید میں چلی جائے تو اہل مغرب تک سب پر اس کو چھڑانا واجب ہو جاتا ہے''۔

حمیت دین کی دل میں اگر ہے، تو لڑنے کے لیے میدان میں آ
تجھے ان عورتوں کا واسطہ ہے، انہی پر شرم اور غیرت ذرا دکھا
اگر تو اجر کا طالب نہیں ہے غنیمت کے لیے ہی دوست آجا

میں ایک دفعہ لوگر میں اپنے عظیم مجاہد گلبدین حکمتیار کے ساتھ تھا ہم مرکز ولایت پر ایک زبردست حملہ کر کے لوٹ رہے تھے کہ ایک اجڑی ہوئی بستی سے چند بچے شور مچاتے اور عورتیں حکمت یار کو دعائیں دیتی ہوئی گھروں سے باہر نکل آئیں ؂

مسلمان عورتیں قیدی بنی ہیں، مسلماں اب بھی عیش آرام چاہیں

ظلم کی سرزمین پر وہ اسلام کہاں ہے جو زمین پر عدل کا نظام قائم کرنے کے لیے آیا تھا۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ [الحدید:۲۵]

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایت کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

۸-شہادت اور جنت کے اونچے درجات کی تمنا میں:

ایک صحیح حدیث میں وارد ہے کہ:

للشهيد عند الله سبع خصال يغفر له في اول دفعة من دمه ويرى مقعده من الجنة ويحلى حلية الايمان ويزوج اثنين وسبعين زوجة من الحور العين ويجار من عذاب القبر ويامن من الفزع الاكبر ويوضع على راسه تاج الوقار الياقوتة منه خير من الدنيا وما فيها ويشفع في سبعين انسان من اهل بيته (صحيح الجامع)

اللہ تعالیٰ کے ہاں شہید کے لیے سات انعامات ہیں: (۱) اس کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اسے بخش دیا جائے گا (۲) وہ مرنے سے پہلے جنت میں اپنی جگہ دیکھ لے گا اور ایمان کا ذائقہ چکھ لے گا۔ (۳) خوبصورت اور موٹی آنکھوں والی ۷۲ حوریں اس کے نکاح میں دی جائیں گی۔ (۴) وہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ (۵) وہ حشر کے خوفناک دن سے محفوظ اور مامون ہوگا۔ (۶) اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج رکھا جائے گا جس کا ایک ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے زیادہ قیمتی ہوگا۔ (۷) اپنے خاندان میں سے ۷۰ افراد کے لیے اس کی سفارش قبول کی جائے گی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **ان في الجنة مائة درجة اعدها الله للمجاهدين في سبيل الله ما بين درجتين كما بين السماء والارض فاذا سألتم الله فسالوه الفردوس (فتح الباری ج ۲، ص ۹)**

جنت میں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کے لیے ۱۰۰ منزلیں تیار کر رکھی ہیں اور ہر دو درجات کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے، چنانچہ جب تم اللہ سے دعا مانگو تو ''فردوس'' کے حصول کی دعا مانگا کرو۔

۹-جہاد......عزتوں کا محافظ:

جہاد امت مسلمہ کی عزتوں کا محافظ اور انہیں ذلتوں سے بچانے والا ہے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

اذا ضن الناس بالدینار و الدرھم و تبایعوا بالعینة و اتبعوا اذناب البقر سلط اللہ علیھم ذلا لا یرفعه حتی یراجعوا دینھم

جب لوگ درہم اور دینار کے پیچھے پڑ جائیں گے اور مادی چیزوں سے محبت کرنے لگیں گے اور چیزوں کی اس محبت میں اندھے ہو کر نفس کی گائے کے پیچھے چلنے لگیں گے تو اللہ تعالیٰ ان پر ذلت اور مسکنت طاری کر دے گا جسے اس وقت تک نہیں ہٹائے گا جب تک وہ اپنے دین کی طرف لوٹ نہیں آتے۔(صحیح الجامع: ۶۸۸)

۱۰- جہاد......عظمت و شوکت کا امین:

جہاد امت مسلمہ کے رعب و دبدبے اور جلالت و ہیبت کا محافظ بھی ہے اور اس کے دشمنوں کی چالوں کا توڑ بھی۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا

پس اے نبی (ﷺ)! تم اللہ کی راہ میں لڑو، تم اپنی ذات کے سوا کسی اور کے لیے ذمہ دار نہیں ہو البتہ اہل ایمان کو لڑنے کے لیے اکساؤ، بعید نہیں کہ اللہ کافروں کا زور توڑ دے گا اللہ کا زور سب سے زبردست اور اس کی سزا سب سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

یوشک ان تداعی علیکم الامم من کل افق کما تداعی الاکلة الی قصعتھا قیل یا رسول اللہ فمن قلة یومئذ قال لا و لکنکم غثاء کغثاء السیل یجعل الوھن فی قلوبکم و ینزع الرعب من قلوب عدوکم لحبکم الدنیا و کراھیة الموت

شاید ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ دنیا بھر کی امتیں تم پر یوں ٹوٹ پڑیں گی جیسے کہ بھوکے دسترخوان پر ٹوٹتے ہیں۔ کہا گیا یا رسول اللہ! اس روز ہم بہت تھوڑے ہوں گے؟ فرمایا: نہیں بلکہ تم سمندر کے جھاگ سے زیادہ ہو گے مگر تمہارے دلوں میں ''وہن'' جڑ پکڑ لے گا اور تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا رعب نکل جائے گا کیونکہ تم دنیا سے محبت اور موت [جہاد] سے کراہت کرنے لگو گے۔(صحیح الجامع: ۸-۳۵)

۱۱- جہاد......فساد سے بچاؤ اور زمینوں کے دفاع کا ذریعہ

جہاد ہی سے خطہ زمین کی اصلاح اور فساد سے بچاؤ ممکن ہے۔

و لو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض [البقرة: ۲۵۱]

اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے سے ہٹاتا نہ رہتا تو زمین کا نظام بگڑ جاتا۔

۱۲- جہاد شعائر اسلامی کا محافظ:

جہاد میں شعائر اسلامی کی حمایت و حفاظت ہے۔

و لو لا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع و بیع و صلوات و مساجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیرا [الحج: ۴۰]

اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہے تو خانقاہیں اور گرجا اور معبد اور مسجدیں، جن میں اللہ کا کثرت سے نام لیا جاتا ہے سب مسمار کر ڈالی جائیں۔

۱۳- جہاد......عذاب سے بچاؤ کا ذریعہ:

جہاد امت اسلامی کو عذاب اور استبدال قوم سے بچاتا ہے۔

الا تنفروا یعذبکم عذابا الیما و یستبدل قوما غیرکم [التوبة: ۳۹]

اگر تم نہ اٹھو گے تو اللہ تمہیں دردناک سزا دے گا اور تمہاری جگہ کسی اور گروہ کو اٹھائے گا۔

۱۴- جہاد......باب رزق:

جہاد امت کے اموال اور اسباب میں اضافے کا باعث ہے اور اسی میں امت کی شوکت و ثروت کا راز پنہاں ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

و جعل رزقی تحت ظل رمحی [صحیح الجامع: ۲۸]

میرا رزق میرے نیزے کے سائے میں لکھا گیا ہے۔

۱۵- جہاد......عمارتِ اسلام کی چوٹی:

جہاد اسلام کی عظیم الشان عمارت کی بلند ترین چوٹی ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ:

و ذروة سنامه الجھاد [ترمذی، ابن ماجہ]

اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔

پھر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق اس امت کی رہبانیت ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: **و علیک بالجھاد فانه رھبانیة الاسلام**

تم پر لازم ہے کہ جہاد کرو یہ اسلام کی رہبانیت ہے۔

۱۶۔ جہاد......افضل ترین عبادت:

جہاد افضل ترین عبادتوں میں سے ہے اور اس کے ذریعے ایک مسلم اونچے اونچے درجات پر جا پہنچتا ہے۔

فضیل بن زیاد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

ایک بار میں نے امام ابوعبداللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو دشمن کا ذکر کرتے سنا، دشمن کا ذکر کرتے ہوئے وہ رو پڑے اور فرمایا: نیکی کا اس سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کہ دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

انہی میں سے ایک صاحب نے روایت کیا:

دشمن کے مقابلے کے لیے میدان میں آنے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں، پھر میدان میں خود آنا سب سے افضل عمل ہے۔ یہی ہیں وہ لوگ جو دشمن سے لڑتے ہیں اصل میں اسلام کا دفاع اور امت کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان کے مقابلے میں کچھ وہ لوگ ہیں جو گھروں میں قید (جنگ کی) مشکلات سے محفوظ مگر خوف سے ان کی جان نکلی جا رہی ہے۔ ان کے پاس زندگی گزارنے کا اپنا کوئی لائحہ عمل نہیں ہے......اب آپ ہی بتائیے کہ ان میں سے کس کا عمل افضل ہے؟

دوسرا حصہ

وا اِسلاماہ

میرے مسلمان بھائیو!

آج [۱۹۸۷ء] نور ترکئی کے سوشلسٹ انقلاب ثور کو آٹھ سال اور آٹھ ماہ ہونے کو آئے۔ ان آٹھ سالوں میں افغان عوام نے قربانی کی جو بے تحاشہ اور بے نظیر مثالیں پیش کی ہیں وہ کسی سے پوشیدہ اور مخفی نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان آٹھ سالوں میں افغان قوم ہر وہ مصیبت جھیلتی رہی اور خندہ پیشانی سے ہر اس آزمائش کا سامنا کرتی رہی جس کی ایک غیرت مند، متدین اور متمسک بالدین [پورے دین پر عمل پیرا] قوم سے توقع کی جا سکتی تھی۔ اپنے دین کو اپنی عزت کو اور اپنے بچوں کو بچانے کی اس جنگ میں آج افغانستان کا ہر گھر ''ماتم کدہ'' اور یتیم خانہ میں تبدیل ہو چکا ہے۔

سروں اور لاشوں کے ڈھیر لگا کر اور خون کے دریا بہا کر افغان قوم نے ہر طریقے سے اپنے رب کی گواہی دینے کا کام سرانجام دے دیا ہے۔

اب کہ ترکش میں کوئی تیر باقی نہیں بچا ہے

اور کمان کی ڈوری ٹوٹنے کو ہے

افغانی اپنے رب کے سامنے شکوہ کناں ہیں

اور آٹھ سال کی اس طویل مدت کے دوران وہ انتظار کر رہے ہیں کہ کسی روز مسلمان ان کی طرف دوڑ پڑیں گے اور دل کی گہرائیوں سے ان کی اخوت پھوٹ پھوٹ کر ان کو افغانستان آنے پر مجبور کر دے گی۔ مگر افسوس! مسلمانانِ عالم نے ابھی تک اپنے مظلوم مگر بہادر بھائیوں کی پکار پر لبیک نہیں کہا

اونچی آواز میں رونے والوں کے بین

معذوروں اور زخمیوں کی چیخیں

یتیموں کی آہیں

اور بوڑھوں کی سسکیاں

ابھی تک ان کے کانوں تک نہیں پہنچیں یا وہ ابھی تک ان سے بے اعتنائی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ ان میں سے بعض اچھے لوگوں نے تو اپنے دسترخوان کے بچے کھچے ٹکڑے بھیج دیے ہیں اور اسی کو کافی سمجھ لیا ہے۔ لیکن پیش آمدہ خطرات کی وجہ سے ضرورت اس سے زیادہ ہے۔ افغانستان میں اسلام اور مسلمان شدید تکلیف میں ہیں اور حقیقی اور واقعی خطرات میں گھرے ہوئے ہیں۔

یہ مبارک جہاد جن مٹھی بھر نوجوانوں نے شروع کیا تھا وہ تربیت اسلامی سے بہرہ ور تھے اور علماء کی اس جماعت نے انہیں یہاں تک پہنچایا تھا جو اپنی جانیں اپنے اللہ کے ہاتھ فروخت کر چکی تھیں لیکن اسلام کی اس پہلی نسل کا بہت سا حصہ راہ شہادت میں اپنے رب سے جا ملا اس کے بعد دوسری نسل آگے بڑھی لیکن یہ دوسری نسل نہ تو تربیت یافتہ ہے نہ ادھر اُدھر سے مدد کا کوئی ہاتھ ان کی تعلیم و تربیت کے لیے اٹھ رہا ہے، حالانکہ انہیں اس چیز کی سخت ضرورت ہے کہ کوئی ان کے درمیان میں رہے اور ان کا رابطہ پہلے اللہ سے جوڑے اور پھر انہیں احکامِ شرعیہ سکھائے۔

صورتحال کی اس قلیل اطلاع اور محدود علم کے مطابق ہم سمجھتے ہیں کہ افغانستان کی موجودہ صورتحال میں جمہور علماء، مفسرین، اصولیین اور بغیر استثناء چاروں مذاہب فقہ کے مطابق نفس اور مال سے جہاد فرض عین ہو جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ''الفتاوی الکبری''، ج ۴، ص ۶۰۸ پر لکھتے ہیں:

اگر دشمن کسی اسلامی مملکت پر حملہ آور ہوتو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا مقابلہ کرنا قریبی (اور اگر وہ نہ کرسکیں تو اس کے بعد والی قریبی) آبادیوں پر واجب ہے کیونکہ ساری اسلامی مملکتیں ایک ہی اسلامی مملکت کی طرح ہیں اور ایسی حالت میں والد اور قرض خواہان کی اجازتوں کی پرواہ کیے بغیر نکلنا فرض اور واجب ہوجاتا ہے۔

اس معاملے میں امام احمد رحمہ اللہ بالکل واضح طور پر مجموع الفتاویٰ ج ۲۸ ص ۳۵۸ پر لکھتے ہیں:

اگر دشمن کسی مسلمان آبادی پر حملہ آور ہوتو اس آبادی کے تمام مردوں پر جہاد فوراً واجب ہوجاتا ہے اور اس آبادی کے علاوہ دوسرے مسلمانوں پر بھی کیونکہ حکم ہے کہ: **وان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر** [الانفال: ۷۲] اگر وہ تم سے دین کے معاملات میں مدد طلب کریں تو تم کو مدد کرنی لازم ہے۔ اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مسلمانوں کی مدد کرنے کا حکم دیا ہے جہاد کا یہ اہم کام چاہے کوئی تنخواہ لے کر کرے، چاہے اس کے بغیر میدان میں اترے، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ یہ امر ہر ایک کے اپنے اپنے حالات، مال کی کمی بیشی، سواری اور غیر سواری پر منحصر ہے کہ کوئی کس طرح جہاد میں حصہ لیتا ہے۔

غزوۂ خندق کے موقع پر دشمن نے جونہی حملے کا ارادہ کیا تو اللہ نے مسلمانوں کے لیے جنگ سے رخصت کی اجازت ممنوع قرار دے دی۔ اس سلسلے میں فقہائے اربعہ نے جو کچھ فرمادیا وہ بھی بڑا واضح ہے اور اس میں کسی تاویل اور تلبیس مضمون کی گنجائش نہیں ہے۔

ابن عابدین حنفی اپنے حاشیے کی ج ۳ ص ۲۳۸ پر فرماتے ہیں:

اگر دشمن کسی اسلامی مملکت کی حدود پر حملہ آور ہو وہاں رہنے والوں پر جہاد فرض عین ہوجاتا ہے اور اسی طرح ان کے قریب رہنے والوں پر بھی فرض عین ہوجاتا ہے اور اسی طرح ان کے قریب والوں پر بھی فرض ہوجاتا ہے اور رہی بات ان لوگوں کی جو اس آبادی سے ذرا دور ہیں تو اگر اس جہاد میں ان کی مدد کی ضرورت وحاجت نہ ہوتو جہاد ان پر ''فرض کفایہ'' ہے اور اگر اس آبادی کے مکینوں کو دشمن سے مقابلہ کرنے کی قوت نہ رکھنے کی صورت میں یا سستی اور کاہلی دکھانے کی صورت میں ان کی مدد کی ضرورت پڑ گئی تو جہاد ان پر بھی فرض عین ہوجاتا ہے۔ ایسا فرض عین جو نماز اور روزے کی طرح چھوڑا نہیں جاسکتا پھر اگر وہ بھی مقابلہ نہ کرسکیں تو یہ فرض عین نزدیک تر آبادی پر منتقل ہوجاتا ہے اور اسکے بعد نزدیک تر آبادی پر اور اس تدریج سے چلتا ہوا جہاد ایک ہی وقت میں مشرق ومغرب کے سارے مسلمانوں پر فرض ہوجاتا ہے (اگر ضرورت پڑتی چلی جائے)۔

بدائع الصنائع ج ۷، ص ۷۲ میں امام کاسانی الحنفی البحر الرائق ج ۵ ص ۷۲ میں ابن نجیم حنفی اور فتح القدیر ج ۵، ص ۱۹۱ میں ابن الہمام حنفی کے فتوے موجود ہیں۔

شاید کچھ لوگ اکثر افغان بھائیوں میں اسلامی تربیت کی کوئی جھلک نہ پا کر مایوس ہوئے بیٹھے ہوں اور ان کے اندر پائے جانے والے بعض اختلافات کو اپنے بیٹھے رہنے کے لیے کافی وجہ سمجھ رہے ہوں!

اس کا جواب علما نے یہ دیا ہے کہ:

جہاد چاہے فاسق وفاجر کے ساتھ مل کر کرنا پڑے ایسا واجب ہے کہ اس سے منہ نہیں موڑا جاسکتا یہی اہل سنت والجماعت کا طریقہ ہے کہ جہاد ہر نیک وفاجر کے ساتھ مل کر کیا جاتا ہے کیونکہ بعض اوقات اللہ اپنے دین کی مدد فساق لوگوں اور بداخلاق قوموں سے بھی کرواتا ہے۔ یہی اس امت کے بہترین لوگوں کا ہمیشہ سے طریقہ رہا ہے اور یہی آج ہر مکلف پر واجب ہے۔

اس سلسلے کی دوسری بات یہ ہے کہ امرائے جہاد سے جنگ نہ کی جائے، چاہے وہ فاسق وفاجر ہی کیوں نہ ہو اور نہ اسلامی کیمپ کی طرف سے لڑنے والی فوجوں سے بھڑا جائے، چاہے ان میں کتنا ہی فسق وفجور پایا جائے۔ یہ خوارج کے ایک گروہ ''حروریہ'' کا مسلک ہے۔

اگر آپ کو دلچسپی ہوتو ان حوالوں کی طرف بھی مراجعت کریں

۱- حاشیۃ الدسوقی المالکی ج ۲، ص ۱۷۴

۲- نہایۃ المحتاج از رملی الشافعی ج ۸، ۵۸

۳- المغنی فتاوی از ابن قدامۃ الحنبلی ج ۸، ص ۳۴۵

مجموع فتاویٰ از ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شمارہ ۲۸ ص ۵۰۶ پر وارد ہے کہ:

اسی طرح جو لوگ کم علمی کی وجہ سے فاسدانہ زہد کا رویہ اختیار کریں جہاد میں ان کا ساتھ بھی اسی طرح دیا جائے گا اور اگر کم علم اور جاہل زہاد اپنے فاسد زہد کے ساتھ جہاد میں اتر آئیں تو ان کا بھی پورا ساتھ دیا جائے گا۔

کچھ لوگ عذر کرتے ہیں کہ تعلیم وتربیت کے لیے ان کا اپنے شہر میں ہونا ضروری ہے۔ ہم ان کے لیے امام زہری رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیے دیتے ہیں:

''سعید بن مسیب رحمہ اللہ جہاد کے لیے نکلے حالانکہ ان کی ایک آنکھ پہلے ہی جنگوں کی نذر ہوچکی تھی۔ ان سے کہا گیا آپ تو مریض اور معذور ہیں آپ آرام کیجیے۔ کہا: اللہ نے خفیف اور ثقیل سب لوگوں کو نکلنے کا حکم دیا ہے اگر میں جنگ نہ کرسکا تو مسلمانوں کی تعداد میں اضافے کا باعث بنوں گا اور ان کے مالوں کی حفاظت کروں گا''۔

اب کس مائی کے لال کا درجہ ان سے زیادہ ہے۔ اگر سعید بن مسیب رحمہ اللہ کا طریق کار یہ ہے تو ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہم اپنی نجات کے لیے کیا موقف اپنائیں گے۔

حضرات صالحین! پانی کمر سے گزر کر سر کی طرف بڑھ رہا ہے، مسلمانوں کا معاملہ مشکل سے مشکل تر ہوتا جارہا ہے۔ میں پوچھتا ہوں اگر نفیر عام اب بھی نہیں۔ تو پھر آخر کب تک؟ اور یہ اطمینان وچین کی نیند۔ آخر کب تک؟

اگر کل کے علماء یہ فتویٰ دیتے ہیں (جیسا کہ بزازیہ میں وارد ہے) کہ:

''اگر ایک مسلمان عورت مشرق میں قید ہو جائے تو مغرب کے مسلمانوں پر اس کو چھڑانا واجب ہو جاتا ہے''۔

تو آخر ہمارے علماء ان ہزاروں عورتوں کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں جن کی عزت وحرمت دشمن کے قید خانوں میں روزانہ نیلام کی جاتی ہے؟ اور وہ ان عورتوں کے بارے میں اللہ کو کیا جواب دے سکیں گے؟

وہ پاکباز ہماری بہنیں جنہوں نے سرخ فوجوں کے ہاتھوں ذلت ورسوائی سے بچنے کے لیے کنڑ اور پغمان کے دریاؤں میں چھلانگیں لگا دیں کیونکہ عورتوں کے لیے علما کا متفقہ فتویٰ یہی ہے کہ اپنی بے عزتی کے خوف کی صورت میں ان کے لیے کسی طور پر جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے آپ کو دشمن کے سپرد کر دیں۔

کیا لوگ اس سے نہیں ڈرتے کہ یہ مصیبت کل کو انہیں بھی گھیر سکتی ہے اور یہ معاملہ کل آپ کی عزت سے بھی پیش آسکتا ہے! حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

ما من امری یخذل امرا مسلما فی موطن ینتقص فیه من عرضه وینتهک فیه من حرمته الا خذله الله فی موطن یحب فیه نصرته و ما من احد ینصر مسلما فی موطن ینتقص فیه من عرضه وینتهک فیه من حرمته الا نصره الله فی موطن یحب فیه نصرته [ابو داود: ص ۵۶۶]

جو شخص کسی مسلمان کو کسی ایسے موقع پر بے یار و مددگار چھوڑ دے گا جہاں اس کی عزت خطرے میں پڑ جائے اور اس کی آزادی کی توہین ہو رہی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی اس جگہ پر تذلیل کرے گا جہاں اس کی خواہش ہوگی کہ کوئی اس کی مدد کرے اور جو شخص کسی مسلمان کی کسی ایسے موقع پر مدد کرے گا جہاں اس کی عزت و آزادی کے ساتھ کھیلا جا رہا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی وہاں مدد کرے گا جہاں وہ خواہش کرے گا کہ اس کی مدد کی جائے۔

تو اے سوئے ہوئے مسلمانو! اپنی عزتوں کا خیال کرو اور اللہ سے ڈرو!

حبان بن موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ:

ہم عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے ساتھ شام کی سرحدوں پر ''رباط'' [پہرے] کے لیے نکلے۔ جب ابن مبارک رحمہ اللہ نے دیکھا کہ جنگ کے ثواب کے شوق میں لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ تو میری طرف دیکھ کر کہنے لگے:

انا للہ وانا الیہ راجعون ہم نے اپنی عمر اور عمروں کے تمام روز و شب خلیہ اور بریہ [حیوانوں کو سدھانے اور مخلوقات] کی تدریس وتعلیم میں گزار دیے اور یہاں جنت کے دروازوں کو کھلا چھوڑ دیا''۔

یہی وہ ابن مبارک رحمہ اللہ ہیں جو ہر سال دو ماہ یا اس سے زیادہ کے لیے اپنی تجارت اور درس حدیث کا سلسلہ موقوف کر کے سرحدوں کی حفاظت اور نگرانی کے لیے نکلتے۔ اس کے باوجود رو رو کر کہتے: افسوس میں پوری عمر ''رباط'' نہ کر سکا اور علم وتعلیم کے کاموں نے مجھے اس عظیم ثواب سے روکے رکھا۔

اب وہ لوگ کیا کہتے ہیں جنہوں نے زندگی بھر اللہ کے راستے میں ایک گولی تک نہیں چلائی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں مبتلا ہیں اور اس عالم میں شدید تکلیف اٹھا رہے ہیں لیکن یہ تکلیف انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کو یہ یاد دہانی کرانے سے غافل نہیں کرتی کہ: ''اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو روانہ کر دو'' پھر جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ کرنے کا ارادہ کیا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کو اس ارادے سے روکنا چاہا تب انہوں نے فرمایا:

''اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں، اگر مجھے یقین ہو جائے کہ کتے اور بھیڑیے مجھے پھاڑ کھائیں گے تو میں پھر بھی اس لشکر کو نہیں روکوں گا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود (روانگی کا حکم دے چکے ہیں اور کا علم [جھنڈے] کو نہیں کھولوں گا جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود تہہ کر کے اسامہ رضی اللہ عنہ کو تھما چکے ہیں''۔ [حیاۃ الصحابہ ج ا ص ۴۲۸]

اور اللہ کی قدرت دیکھئے کہ اس نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یار غار کی آخری وصیت بھی لوگوں کو جہاد پر ابھارنے کے بارے میں ہی ہو۔ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی آخری گھڑیوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا:

''عمر رضی اللہ عنہ سنو! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں اس پر فوراً عمل کر گزرنا، مجھے امید ہے کہ میں آج پیر کے روز ہی مر جاؤں گا، چنانچہ اگر میں مر جاؤں تو تم شام سے پہلے لوگوں کو مثنی [امیر لشکر] کے ساتھ جانے کے لیے تیار کرنا اور اگر مجھے شام تک دیر ہو جائے تو صبح کا انتظار مت کرنا اور دیکھنا تمہیں کوئی بڑی سے بڑی مصیبت بھی دین کے کام اور رب کے حکم کی تعمیل سے نہ روک دے۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بھی مجھے دیکھا تھا اور اس وقت میں نے جو کچھ کیا تھا تم اس کے بھی شاہد ہو اگرچہ لوگوں کے لیے اس سے بڑا کوئی حادثہ نہ تھا لیکن اگر میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اتباع میں ذرا سی کوتاہی اور تاخیر کر دیتا تو مجھے خطرہ تھا کہ اللہ ہمیں ذلیل نہ کر دے اور کہیں ہمیں سزا نہ دے چنانچہ میں نے اسی روز لشکر کو کوچ کا حکم دے دیا اور شہر مدینہ اس رات جانے والے قافلے کی مشعلوں سے روشن ہو گیا''۔

اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحمت کرے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بہترین انسان تھے انہوں نے یہ حقیقت پا لی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جہاد کے لیے نفیر عام کے بعد اس فیصلے کے نفاذ میں تاخیر کا نتیجہ خسارے اور ذلالت کے سوا کچھ نہیں۔

تو میرے مسلمان بھائیو! یہ ہیں کتاب اللہ کے احکامات اور یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منہ بولتی سنت، اور یہ ہے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ جو انہوں نے اس دین میں جہاد کی اہمیت کو سمجھ کر اختیار کیا۔ تو کیا اب ہمارے لیے ان بے شمار واضح، متواتر روشن، قاطع [دوٹوک] اور جلیل القدر مثالوں کے بعد بھی کوئی راہ فرار باقی رہ جاتی ہے؟ دشمن مومن عورتوں کی عزت تک پہنچ گیا ہے۔ کیا ہم دشمن کو یونہی عزتوں سے کھیلتا، نظام کو تلپٹ کرتا اور دین کی بنیادیں ادھیڑتا چھوڑ دیں ؎

پکار کر وا معتصما چکے تھک یتیم سارے

گزار کر سب عرضیاں آچکیں کراہیں ساری

نخوت معتصم وہی، اس پہ ہوا نہ کچھ اثر

دوستو! روسی ۲۵ لاکھ افغانی مسلمان بچوں کو سوشلسٹ عقیدے کی تربیت دینے اور ان کے دلوں میں الحاد کا بیج بونے کے لیے روس لے جا چکے ہیں۔ ادھر امریکیوں نے ۶۰۰ مدرسے کھول کر ۱۵ لاکھ بچوں کو اپنے ڈھب پر تربیت دینے کی قرار داد پاس کر دی ہے۔ میں پوچھتا ہوں اسلام کے داعی کہاں ہیں؟ اور اسلام کی تربیت دینے والے اتالیق [اساتذہ] کہاں ہیں؟ انہوں نے اس مسلمان نسل کو بچانے اور اس عظیم اور مبارک جہاد میں حصہ لینے کے لیے کیا تیاری کی ہے؟

فقہاء اپنی کتابوں میں لکھ چکے ہیں کہ سارے اسلامی شہر ایک بلد واحد کی طرح ہیں۔ سو اگر مسلمانوں کے کسی ایک خطے کو کسی دشمن سے کوئی خطرہ محسوس ہو تو واجب ہو جاتا ہے کہ پوری امت اسلامیہ اس کو [ناپاک] جراثیم کی خوراک بننے سے بچانے کے لیے دوڑ پڑے۔ تو پھر علماء کو کیا ہوا کہ وہ نوجوانوں کو جہاد پر نہیں ابھارتے؟ خصوصاً اس حالت میں جبکہ تحریض [رغبت وشوق دلانا] فرض ہو وحرض المومنین [النساء: ۸۴] اور مومنین کو رغبت دلاؤ

داعیوں کو کیا ہوا کہ وہ اپنی زندگی کا ایک آدھ سال مجاہدین کے درمیان نہیں گزارتے؟ تاکہ ان کے ساتھ رہ کر انہیں رُشد وہدایت سے سرفراز کریں۔ یونیورسٹیوں کے طلبہ کو کیا ہوا کہ وہ جہاد کا اعزاز حاصل کرنے اور زمین پر اقامت دین میں اپنا حصہ بٹانے کے لیے اپنی تعلیم کو ایک سال کے لیے ملتوی نہیں کر سکتے؟

رضوا بان یکونوا مع الخوالف وطُبع علی قلوبھم فھم لایفقھون لٰکن الرسول والذین اٰمنوا معہ جاھدوا باموالھم وانفسھم واولٰئک لھم الخیرات واولٰئک ھم المفلحون [التوبۃ: ۸۷-۸۸]

ان لوگوں نے گھر بیٹھنے والوں میں شامل ہونا پسند کیا اور ان کے دلوں پر ٹھپہ لگا دیا گیا اس لیے ان کی سمجھ میں اب کچھ نہیں آتا بخلاف اس کے رسول ﷺ اور ان لوگوں نے جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایمان لائے تھے اپنی جان ومال سے جہاد کیا اور اب ساری بھلائیاں انہی کے لیے ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

علمائے کرام کو کیا ہوا کہ جو لوگ ان کے پاس مشورہ اور نصیحت کی غرض سے آتے ہیں وہ انہیں اللہ کے دین کی حفاظت کرنے کے لیے تن من سے جہاد کے لیے نکلنے کی نصیحت کیوں نہیں کرتے؟

صاحب ایمان اور صاحب کردار مومن نوجوان کب تک ضعف ایمانی کا مظاہرہ کر کے جہاد سے کٹے رہیں گے۔ وہ نوجوان جس کے دل جہاد کی محبت میں تڑپتے ہیں اور بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لیے پھٹے پڑتے ہیں اور غیرت سے جلتے رہتے ہیں۔ مسلمانوں کی سرزمین کو اپنے پاکیزہ خون سے سیراب کرنے کے لیے کب میدان میں اتریں گے؟ اور اس امت کے نوجوان کو جہاد سے روکنے والے خبردار رہیں کہ ان میں اور کسی کو نماز یا روزے سے روکنے والے میں کوئی فرق نہیں ہے! کیا جہاد سے نوجوانوں کو روکنے والے اس سے نہیں ڈرتے کہ وہ بالواسطہ طریقے سے ہی سہی اس آیت کے عام معنی کے تحت آجاتے ہیں:

اَرَاَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡهٰی عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی [العلق: ۱۰-۹]

کیا تم نے اسے نہیں دیکھا جو ایک بندے کو نماز پڑھنے سے روک رہا تھا۔

ماؤں کو کیا ہوا کہ وہ اپنا ایک بیٹا اللہ کے راستے میں نہیں دیتیں تاکہ وہ ان کے لیے دنیا میں عزت اور آخرت میں شفاعت کا باعث بنے؟

باپوں کو کیا ہوا کہ وہ اپنا ایک بیٹا جوانمرد بنانے کے کارخانوں بہادر بنانے والے میدانوں اور جنگ کے معرکہ ہائے کارزار میں جوان ہونے کے لیے نہیں اتارتے؟

ماؤں کو سوچنا چاہیے کہ اگر اللہ ان کو بانجھ بنا دیتا تو؟

شکر نعمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ نعمت چھن جانے سے پہلے والدین اپنے بیٹوں کی زکوٰۃ ادا کریں۔

باپوں کو سوچنا ہوگا کہ کیا بیٹے انہوں نے خود اپنی طاقت سے پیدا کیے ہیں۔

اور کیا اولاد کو رزق اور مال دینے والے وہ خود ہیں!

اگر ایسا نہیں اور ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے تو اللہ رب العالمین کے ساتھ بخل کیسا؟ مال کے مالک کے ساتھ بخل۔ اور یہ عقیدہ کہ **لَنۡ تَمُوۡتَ حَتّٰی تَسۡتَکۡمِلَ اَجَلَهَا وَرِزۡقَهَا** کوئی ذی روح اپنی عمر اور رزق پورا کیے بغیر نہیں مر سکتا۔

مسلمانوں کو کیا ہوا کہ وہ اپنے اعمال کے کھاتوں اور نیکی کی فہرستوں میں رباط کا ایک دن یا قتال کا ایک گھنٹہ لکھوانے کے لیے نہیں دوڑ پڑتے؟

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من صیام شھر

ایک دن اللہ کے راستے میں پہرہ دینا ایک ماہ تک مسلسل روزوں اور قیام سے بہتر ہے۔

ایک حدیث حسن میں ہے:

رباط یوم فی سبیل اللہ خیر من الف یوم فیما سواہ من المنازل یقام لیلھا وصیام نھارھا

اللہ کے راستے میں ایک دن پہرہ دینا دوسرے ایک ہزار دنوں جن میں راتوں کو قیام کیا جائے اور دن میں روزہ رکھا جائے، سے بہتر ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ اور ترمذی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع ص ۴۵۰۳ میں ایک حدیث روایت کی ہے:

قیام ساعۃ فی الصف للقتال فی سبیل اللہ خیر من قیام ستین سنۃ

جنگ کے لیے ایک گھنٹہ صف میں کھڑا ہونا ۶۰ سال قیام سے بہتر ہے۔

تواے مسلمان بھائیو! دین کی حفاظت ونصرت اور اپنے نبی کی سنت کی سربلندی کے لیے اٹھو۔

میرے پیارے بھائی! اپنی تلوار چمکاؤ، اپنے گھوڑے کی ہنہناہٹوں کا شور بلند کرو اور اپنی قوم پر لگا ہوا ذلت کا داغ دھوڈالو تم نہ اٹھے تو اے میرے بیٹو کون ہے جو اٹھے گا جہاد کے لیے؟

میرے عزیز بھائی!

ذلتوں کی نیند کافی ہوچکی، اب توشیروں کی گرج مطلوب ہے

باغیوں نے سر اٹھا رکھا ہے اور اپنی ملت آج بھی معتوب ہے

جس میں زنجیریں نہیں "تسلیم" ہے یہ غلامی کی ذلالت خوب ہے

اے مجاہد!

شہسواروں کی طرح میدان میں آ، اپنے دامن پر لگے دھبے مٹا

میرے پیارے بھائی!

خون میں نہائے ہوئے بخارا کی کہانیاں، زخمی فلسطین کے قصے، جلتے عدن کی خبریں اور قیدی مجاہدین کی التجائیں، درد والم میں ڈوبے اندلس کے تذکرے، ہمارے لیے بڑی اچھی عبرت ہیں۔ کیا ہم وقت کے ہاتھ سے نکل جانے سے پہلے پہلے اپنے ماضی سے عبرت پکڑلیں گے؟ یا ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے وقت گزرنے کا انتظار کرتے رہیں گے وقت کو تو گزر جانا ہوتا ہے وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا۔

لیکن ہمیں فیصلہ کرنا ہوگا کہ کیا ہمیں آگے بڑھ کر وقت کی لگام تھامنے کی جرأت کرنی ہے یا ذلتوں کے بل میں جتے جتے، ابھی زمین میں آوارہ گردی کرنی ہے اور جہاد کی اس عظیم الشان تحریک کے باوجود اپنی تمام نالائقیوں اور بدنصیبیوں کے ساتھ تاریخ کے اوراق میں اسی طرح ضائع ہوجانا ہے جس طرح پہلی قومیں تاریخ کے کباڑ خانے میں گم ہوچکی ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ دشمن، افغانستان سے ذلتیں اٹھاتا ہوا اپنی ایڑیوں پر واپس لوٹ جائے اور اگر ایسا نہ ہوا تو کاش میں اپنی قوم کو بتا سکوں کہ مسلمانوں پر کتنی بڑی مصیبت آنے والی ہے۔

ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بڑی مضبوط اسناد سے مرفوعاً روایت کیا ہے:

من لم یغز و لم یجھز غازیا او یخلف غازیا فی اھلہ بخیر اصابہ اللہ بقارعۃ قبل یوم القیمۃ

جس شخص نے نہ جہاد کیا اور نہ کسی غازی کے اہل وعیال کی (اس کے پیچھے) خیر وخیریت دریافت کی اللہ اسے قیامت سے پہلے سخت جھٹکوں سے دوچار کرے گا۔

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ھو شھید [ق:۳۷]

اس میں سبق ہے ہر اس شخص کے لیے جو دل رکھتا ہو توجہ سے بات کو سنے۔

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ گواہ رہنا

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ گواہ رہنا

کیا میں نے بات پہنچادی؟ اے اللہ گواہ رہنا

اختتامیہ

۱- اگر دشمن مسلمانوں کی زمین پر داخل ہو تو تمام مفسرین اور محدثین کی نظر میں جہاد فرض عین ہوجاتا ہے۔

۲- جہاد فرض عین ہوجائے تو تین اماموں کے نزدیک تو اس میں اور نماز میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ حنبلی البتہ نماز کو جہاد سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

۳- امام مالک رحمہ اللہ کے مذہب کی کتاب "بلغۃ السالک لاقرب المسالک" میں لکھا ہے کہ:

"ہر سال اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے اللہ کے راستے میں جہاد کرنا فرض کفایہ ہے۔ اگر کچھ لوگ یہ کام کر گزریں تو باقی افراد کا ذمہ ساقط ہوجاتا ہے"۔

۴- اور اگر حاکم وقت اس کے فرض عین ہونے کا اعلان کرے یا دشمن مسلمانوں کے کسی محلے پر حملہ آور ہو تو وہ نماز روزے کی طرح فرض عین ہوجاتا ہے۔

۵- مذہب حنفی کی کتاب "مجمع الانہر" میں آیا ہے:

"اگر سارے لوگوں کا جنگ میں حصہ لیے بغیر چارہ نہ ہو تو وہ نماز کی طرح سب پر فرض عین ہوجاتا ہے"۔

۶- ابن عابدین الحنفی رحمہ اللہ نے اپنے حاشیے کی ج ۳، ص ۲۳۸ پر لکھا ہے:

"اور اگر دشمن کسی اسلامی سرحد پر حملہ آور ہو تو جہاد فرض عین ہوجاتا ہے بالکل نماز اور روزے کی طرح جس کو چھوڑنے کی گنجائش نہیں"۔

۷- اگر جہاد فرض ہوجائے تو والدین سے اجازت حاصل کرنا ضروری نہیں رہتا۔ بالکل اسی طرح جیسے نماز کی ادائیگی یا روزہ رکھنے کے لیے ان کی اجازت ضروری نہیں ہوتی۔

۸- کسی عذر کے بعد جہاد کے فرض عین کو چھوڑنے والے اور رمضان میں بغیر عذر کے روزہ نہ رکھنے والے میں کوئی فرق نہیں۔

۹- مال کی بڑی سے بڑی مقدار بھی راہ اللہ میں دینے سے جہاد بالنفس کی ذمہ داری پوری نہیں ہوتی بلکہ وہ اسی طرح فرض عین بن کر باقی رہتی ہے جس طرح روزے کا بدلہ روزہ ہی ہے اور نماز کا بدلہ نماز۔ اور جس طرح فقیروں میں مال تقسیم کرنے سے یہ فرض ادا نہیں ہوتے جہاد بالنفس بھی اسی طرح ہے۔

۱۰- جہاد نماز روزے کی طرح عمر بھر کا فریضہ ہے، چنانچہ جس طرح یہ جائز نہیں ہے کہ کوئی فرد ایک سال روزے رکھے اور ایک سال چھوڑ دے اور ایک روز نماز پڑھے اور دوسرے روز نماز سے چھٹی کر جائے۔ اسی طرح یہ بھی جائز نہیں کہ کوئی شخص چند سال جہاد کرے اور پھر چند سال کے لیے چھوڑ دے۔

۱۱- آج ہر اس جگہ جہاں کفار کا قبضہ ہے جانوں اور مالوں سے جہاد فرض ہی نہیں فرض عین ہو چکا ہے اور یہ اس وقت تک جاری رہے گا جب تک زمین کا ہر وہ چپہ جو کبھی حکومت اسلام کا حصہ رہا ہو آزاد نہیں ہو جاتا۔

۱۲- جب مطلق کلمہ جہاد کہا جائے تو اس سے مراد اسلحہ سے جنگ کرنا ہے۔ یہ ابن رشد رحمہ اللہ کا قول ہے اور اس پر چاروں ائمہ متفق ہیں۔

۱۳- جہاد، اسلام کی عمارت کی عظیم الشان چوٹی ہے اور اس کے کئی مراحل اور منازل ہیں۔ سب سے پہلے ہجرت ہے، پھر تیاری ہے، پھر تیسرا مرحلہ رباط کا ہے اور سب سے آخری منزل دشمن سے مڈبھیڑ اور اس سے جنگ ہے۔ پہلی بات ہجرت کی ہے تو ہجرت جہاد کے ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ اس سلسلے میں امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کی ہے:

ان الهجرة لا تنقطع ما دام الجهاد [صحيح الجامع: ۱۹۸۷]

جب تک جہاد باقی ہے ہجرت منقطع نہیں ہو سکتی۔

دوسری چیز تیاری ہے اور ظاہر ہے کہ تیاری کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے کیونکہ معرکے میں داخل ہونے سے پہلے وہ ضروری، لازم اور واجب ہے۔ اس تیاری میں ورزشوں کے ذریعے جسم کی تیاری بھی ہے، اسلحے کا استعمال سیکھنا اور اس کی مشق کرنا بھی شامل ہے۔ اور اسی طرح جنگی پلان اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سمجھنا، سیکھنا اور دشمن کا طرز جنگ جاننا اور تربیت اور مشق کے ذریعے روحانی اور جسمانی تربیت حاصل کرنا بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔ جہاں تک رباط کی بات ہے تو رباط اصل میں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے سرحدوں پر قیام کرنے کو کہتے ہیں۔ یہ جنگی ضرورتوں میں سے ایک ضرورت ہے۔ کیونکہ معرکے ہر روز پیش نہیں آتے، بلکہ بعض اوقات تو انسان ایک لمبی مدت تک نگرانی کا کام کیے چلے جاتا ہے اور اسے صرف ایک دو معرکے مل پاتے ہیں۔

۱۴- آج جان اور مال سے جہاد کرنا ہر مسلمان پر فرض عین ہو چکا ہے اور امت مسلمہ اس فریضے سے کوتاہی کی صورت میں بالعموم اس وقت تک گناہ گار رہے گی جب تک مسلمانوں کی زمینوں کا چپہ چپہ بھی کفار کے قبضے میں ہے اور اس گناہ سے سوائے مجاہدین اور پشتیبانی کرنے والوں کے سوا کوئی نہیں بچے گا۔

۱۵- رسول ﷺ کے زمانے کا جہاد مختلف قسم کا رہا۔ یعنی غزوۂ بدر مندوب اور مستحب تھا۔ غزوۂ خندق اور تبوک ہر مسلمان پر فرض عین تھا۔ غزوۂ تبوک تو خیر اس لیے کہ رسول ﷺ نے "نفیر عام" کا حکم دے دیا تھا اور غزوۂ خندق اس لیے کہ کفار مدینہ کی ارض اسلام پر چڑھ دوڑے تھے۔ غزوۂ خیبر فرض کفایہ تھا کیونکہ رسول ﷺ نے اس میں جانے کی کسی کو اجازت نہیں دی سوائے ان کے جو حدیبیہ کے موقع پر موجود تھے۔

۱۶- صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے زمانوں میں جہاد عام طور پر فرض کفایہ رہا کیونکہ یہ جدید فتوحات تھیں اور نئے نئے علاقے فتح ہو رہے تھے۔ آج جہاد بالنفس کرنا پوری طرح فرض عین ہو چکا ہے۔

۱۷- اللہ نے جہاد ترک کرنے کے سلسلے میں کبڑے، اندھے، مریض، نابالغ بچے، بوڑھے اور عورت کے علاوہ جو لوگ جہاد اور ہجرت کرنے کا پورا راستہ نہیں جانتے کسی کا عذر قبول نہیں کیا۔ بلکہ مریضوں اور معذوروں کا مرض اگر شدید نہ ہو اور وہ مجاہدین کی تربیتی چھاؤنیوں میں نماز پڑھ سکتے ہوں تو ان پر بھی واجب ہے کہ وہ مجاہدین سے جا ملیں اور انہیں قرآن پڑھائیں اور انہیں جنگ پر ابھاریں اور حوصلہ دیں۔ یعنی بہتر یہی ہے کہ وہ کم از کم تربیتی چھاؤنیوں میں ضرور رہیں۔ جیسا کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ احد اور قادسیہ کی جنگوں میں شامل رہے۔

اس کے علاوہ چاہے کوئی ملازم ہو یا صنعت کار یا جس پر سارے کام کا دار و مدار ہو یا وہ کوئی بہت بڑا تاجر ہو، جہاد بالنفس ترک کرنے کے سلسلے میں کسی کا عذر قابل قبول نہیں ہے خواہ وہ اپنے سارے اموال جہاد میں بھیج دیں۔

۱۸- جہاد ایک اجتماعی عبادت ہے اور ہر اجتماعی عبادت کے لیے ایک امیر و امام کا ہونا ضروری ہے اور امیر کی اطاعت جہاد کے شدید ترین تقاضوں میں سے ہے۔ چنانچہ نفس کو امیر کی اطاعت پر عادی بنانا بھی ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عليك السمع والطاعة عسرك ويسرك ونشطك ومكرهك واثرة عليك

تم پر سننا اور اطاعت کرنا تنگی اور آسانی خوشی اور ناراضگی، ہر حال میں لازم ہے چاہے اس سے تمہیں کسی نقصان کے پہنچنے کا اندیشہ ہی کیوں نہ ہو۔ (امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا)

سبحانك اللهم وبحمدك اشهد ان لا اله الا انت استغفرك واتوب اليك

ادارہ السیف

وصیتِ شیخ عبداللہ عزام شہیدؒ

(چند منتخب اقتباسات)

اللہ تعالیٰ کے بندہ فقیر عبداللہ بن یوسف عزام کی وصیّت

''یقیناً تمام تعریفیں اللہ وحدہٗ لاشریک کے لئے ہیں۔ہم اسی کی حمد بیان کرتے ہیں،اسی سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے مغفرت طلب کرتے ہیں۔ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔جسے اللہ ہدایت دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے وہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں،وہ یکتا ہے،اس کا کوئی شریک نہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔اے اللہ! کوئی کام آسان نہیں سوائے اس کے جسے تُو آسان فرمادے اور تُو چاہے تو غم جھیلنا بھی آسان کردیتا ہے۔امابعد؛

جہاد کی محبت میرے جذبات واحساسات،میرے جسم وجان اور میری زندگی کے ہر معاملے پر چھائی رہی ہے۔سورۃ توبہ،جس کی محکم آیات جہاد کے حتمی احکامات بیان کرتی ہیں اور قیامت تک کے لئے اس دین میں جہاد کے عظیم مقام ومرتبے کا تعین بھی کئے دیتی ہیں،یہ مبارک سورت میرے دل کو خون کے آنسو رلاتی اور میرے سینے کو شق کئے دیتی رہی۔کیونکہ میں کھلی آنکھوں سے دیکھتا رہا ہوں کہ میں اور تمام مسلمان قتال فی سبیل اللہ جیسے عالی شان فریضے کی ادائیگی میں انتہائی کوتاہی اور غفلت کا شکار ہیں''۔

''امام مسلمؒ اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ

اَجَعَلْتُمْ سِقَایَۃَ الْحَآجِّ وَ عِمَارَۃَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ کَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ جٰھَدَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ لَا یَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰہِ وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَھَاجَرُوْا وَ جٰھَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِھِمْ وَ اَنْفُسِھِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ o یُبَشِّرُھُمْ رَبُّھُمْ بِرَحْمَۃٍ مِّنْہُ وَ رِضْوَانٍ وَّ جَنّٰتٍ لَّھُمْ فِیْھَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ o خٰلِدِیْنَ فِیْھَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰہَ عِنْدَہٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ o (التوبۃ:۱۹۔۲۲)

''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کو آباد کرنا اس شخص کے عمل جیسا سمجھ لیا ہے جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے؟ اللہ کے نزدیک تو یہ لوگ برابر نہیں ہیں۔اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کرتے رہے،اللہ کے ہاں تو انہی کا درجہ بڑا ہے،اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ان کا رب انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی اور ایسی جنتوں کی بشارت دیتا ہے جہاں ان کے لئے دائمی نعمتیں ہوں گی۔ان میں یہ ہمیشہ رہیں گے۔بیشک اللہ کے پاس بڑا اجر ہے۔''

یہ فرمانِ مبارک اس وقت نازل ہوا جب کچھ صحابۂ کرامؓ میں اس بات پر اختلاف پیدا ہوگیا کہ ایمان لانے کے بعد افضل ترین عمل کون سا ہے۔ایک صحابیؓ نے فرمایا کہ مسجدِ حرام کی آبادکاری افضل ترین عمل ہے،ایک اور صحابیؓ نے فرمایا کہ حاجیوں کو پانی پلانا افضل ترین عمل ہے،جب کہ ایک تیسرے صحابیؓ نے فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ افضل ترین عمل ہے۔اللہ تعالیٰ نے یہ آیتِ مبارکہ نازل فرما کر واضح فیصلہ فرمادیا کہ جہاد فی سبیل اللہ،مسجدِ حرام کو آباد کرنے سے بھی افضل عمل ہے۔بلاشبہ جہاد کی افضلیت کے بارے میں اب کسی اختلاف کی گنجائش نہیں کیونکہ اس آیت کا سببِ نزول اسی مسئلے میں صحابہؓ کا باہمی اختلاف تھا اور اس سببِ نزول کی تخصیص یا تاویل بھی ممکن نہیں کیونکہ یہ نص خود بھی اپنے معنی میں قطعی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ پر اپنی خصوصی رحمتیں نازل فرمائے،جنہوں نے حضرت فضیل بن عیاضؒ کو یہ اشعار لکھ کر بھیجے:

یا عابد الحرمین لو أبصر تنا لعلمت أنک بالعبادۃ تلعب

اے مکہ ومدینہ کے عابد! کاش تم ہمیں دیکھ لیتے تو تم خود
ہی جان لیتے کہ تم نے عبادت کو ایک کھیل سمجھ رکھا ہے

من کان یخضب خدہ بدموعہ فنحورنا بدمائنا تتخضب

آنسوؤں سے گال تر کرنے والے کو معلوم ہو کہ ہماری
گردنیں اگر بھیگی ہیں تو یہ ہمارے خون سے بھیگی ہیں

آپ نے دیکھا کہ عظیم محدث وفقیہ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے حضرت فضیلؒ سے کیا فرمایا؟ انہوں نے حرم کے سائے میں بیٹھ کر کی جانے والی عظیم عبادت کے بارے میں فرمایا کہ اگر ایک طرف مسلمانوں کی حرمتیں پامال کی جارہی ہوں،خون بہایا جارہا ہو،عزتیں خاک میں ملائی جارہی ہوں اور اللہ کے دین کو جڑ سے اکھاڑنے کی کوششیں زور وشور سے جاری ہوں،تو ایسے میں میدانِ جہاد کا رخ کرنے کی بجائے حرم میں بیٹھ کر عبادت کرنا اللہ کے دین کے ساتھ ایک سنگین مذاق ہے!

جی ہاں! مسلمانوں کو کفار کے ہاتھوں ذبح ہوتے چھوڑ دینا اور پھر ان کا لہو بہتے دیکھ کر محض ''لاحول'' پڑھنا،''اناللہ وانا الیہ راجعون'' کا ورد کرنا،دور کھڑے کفِ افسوس ملنا،مگر ان کی مدد کے لئے ایک قدم تک نہ اٹھانا،یہ اللہ کے دین کے ساتھ کھیل تماشہ نہیں تو اور کیا ہے؟

آخر کب تک ہم ان جھوٹے احساسات اور سرد جذبات کا نمائشی اظہار کرکر کے اپنے آپ کو دھوکہ دیتے رہیں گے؟

کیف القرار و کیف یھدأ مسلم

و المسلمات مع العدو المعتدی

کیسے قرار آ گیا مسلمان کو؟ کیوں وہ چین سے بیٹھا ہوا ہے؟

ایسے حال میں کہ جب مسلمان عورتیں ظالم دشمن کے شکنجے میں ہیں'

''میری رائے میں مسلمانوں کی سرزمینوں پر حملہ آور (یا قابض) دشمن کو نکالنا محض فرضِ عین ہی نہیں، اہم ترین فرضِ عین ہے، جیسا کہ شیخ الاسلام ابنِ تیمیہؒ نے فرمایا ہے:

"و العدو الصائل الذی یفسد الدین و الدنیا لا شیء أو جب بعد الایمان من دفعہ۔"

''ایمان لانے کے بعد، دین و دنیا کی بربادی کے در پے حملہ آور دشمن کو پچھاڑنے سے بڑھ کر اور کوئی فریضہ نہیں ہے۔''

میری رائے میں، واللہ اعلم، آج تارکِ قتال فی سبیل اللہ اور تارکِ نماز، روزہ یا زکوٰۃ میں کوئی فرق نہیں۔

میری رائے میں آج دنیا والے نہ صرف اللہ رب العالمین کے سامنے جوابدہی کا بھاری بوجھ اٹھائے ہوئے ہیں، بلکہ تاریخ بھی ان سے ضرور حساب لے گی۔

میری رائے میں دعوتِ دین، تصنیف و تالیف یا دینی تربیت میں مشغولیت کو نہ تو ترکِ جہاد کا بہانہ بنایا جا سکتا ہے، نہ ہی اللہ کی پکڑ سے بچانے کا ذریعہ۔

میری رائے میں آج زمین پر بسنے والے ہر مسلمان کی گردن میں ترکِ قتال فی سبیل اللہ کا طوق ہے، ہر مسلمان کے کندھوں پر بندوق چھوڑنے کے گناہ کا بوجھ ہے۔ بلاشبہ جو مسلمان بھی آج اس حال میں جان دے رہا ہے کہ اس کے ہاتھ بندوق سے، بغیر کسی عذر کے خالی ہیں تو وہ گناہ و نافرمانی کی حالت میں اللہ کے پاس پہنچ رہا ہے، کیونکہ وہ ایسے حالات میں قتال کو ترک کئے بیٹھا ہے جب معذوروں کے سوا دنیا کے ہر مسلمان پر قتال فرضِ عین ہو چکا ہے، اور فرض اسی حکم کو کہا جاتا ہے جسے پورا کرنے پر ثواب اور ترک کرنے پر گناہ یا حساب کا سامنا کرنا پڑے۔

میری رائے میں، واللہ اعلم، ترکِ جہاد کے معاملے میں صرف اندھوں، لنگڑوں یا بیماروں ہی کا عذر قبول کیا جائے گا یا ان کمزور و مجبور مردوں، عورتوں اور بچوں کا، جن کے بس میں ہی نہیں کہ وہ جہاد میں شرکت کر سکیں، نہ ہی وہ میدانِ جہاد تک پہنچنے کی راہ پاتے ہیں۔

(پس ان مجبوروں کے سوا) سب کے سب لوگ آج ترکِ جہاد و قتال کی وجہ سے گنہگار ہو رہے ہیں، چاہے یہ ترکِ قتال فلسطین یا افغانستان کے معاملے میں ہو یا کسی بھی اسلامی سرزمین کے معاملے میں جہاں غاصب کفار نے اپنے پنجے گاڑ رکھے ہیں اور وہ اسے اپنے ناپاک قدموں تلے روند رہے ہیں۔

اور میری رائے میں آج قتال و جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر نکلنے کے لئے کسی سے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں۔ ان حالات میں تو کسی کے پاس بھی کسی دوسرے کو اجازت دینے یا منع کرنے کا حق باقی نہیں رہا، نہ والد کا اپنے بیٹے پر، نہ شوہر کا اپنی بیوی پر (محرم کی شرط کے ساتھ)، نہ قرض خواہ کا مقروض پر، نہ استاد اور شیخ کا شاگردوں پر اور نہ ہی امیر کا مامورین پر ایسا کوئی حق ہے۔

یہ محض میری ذاتی رائے نہیں، اس بات پر تو اسلامی تاریخ کے تمام ادوار میں علمائے امت کا اجماع رہا ہے کہ ایسے حالات میں (جب جہاد فرضِ عین ہو جائے) اولاد اپنے والدین کی اور بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے گی۔ جو شخص بھی اس بارے میں کوئی مغالطہ پھیلانا چاہے یقیناً وہ ظالم و سرکش ہے، اور ہدایتِ الٰہی کے بجائے اپنی خواہشِ نفس کا پیروکار ہے۔ یہ مسئلہ بالکل واضح، طے شدہ اور قطعی ہے، ہر شک و شبہے سے بالا ہے، لہٰذا اس میں کسی قسم کے کھیل تماشے اور من مانی تاویل و تشریح کی کوئی گنجائش نہیں۔

تین صورتوں میں تو امیر المؤمنین سے بھی اجازت نہیں لی جاتی:

۱۔ جب امیر جہاد کو معطل کر دے۔

۲۔ جب اجازت مانگنے سے اصل مقصد ہی فوت ہو جائے، (مثلاً جب یہ نظر آ رہا ہو کہ اگر اجازت ملنے کا انتظار کیا گیا تو اس تاخیر سے کوئی نقصان ہو جائے گا یا دشمن کارروائی مکمل کر کے بھاگ نکلے گا۔)

۳۔ جب پہلے ہی پتہ ہو کہ امیر نے اجازت نہیں دینی۔

میری رائے میں دنیا بھر کے مسلمانوں کو افغانستان میں بہنے والے خون کے ایک ایک قطرے اور یہاں پامال ہونے والی ہر ہر عزت کا جواب اللہ کے دربار میں دینا ہوگا۔ یقیناً، واللہ اعلم، پوری امتِ مسلمہ ان مظلوموں کے خون میں برابر کی شریک ہے، اس لئے کہ اس کے پاس اپنے مسلمان بہن بھائیوں کے دفاع کے لئے درکار اسلحہ بھی موجود ہے، امت کے پاس وہ طبیب بھی ہیں جو ان کا علاج معالجہ کریں، پھر مسلمانوں کے پاس وہ مال بھی ہے جس سے ان کی دو وقت کی روٹی کا بندوبست ہو سکے، ان کے پاس وہ آلات بھی ہیں جن سے مجاہدین کے لئے مضبوط مورچے اور خندقیں کھودی جائیں، مگر یہ پھر بھی ان کی نصرت سے ہاتھ کھینچے بیٹھے ہیں''۔

''اے مسلمانو! جہاد تمہاری زندگی ہے، جہاد تمہاری عزت ہے۔ اور جہاد نہ رہا تو تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں۔

اے دین کی طرف دعوت دینے والو! سن لو کہ اس آسمان کے نیچے تمہاری کوئی وقعت نہ ہوگی جب تک کہ تم اسلحے سے آراستہ نہ ہو جاؤ اور طواغیت، کفار اور ظالمین کو کچل کر نہ رکھ دو!

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ کا یہ مبارک دین جہاد و قتال کے بغیر ہی قائم ہو جائے گا، نہ کوئی خون بہے گا، نہ کوئی لاشیں گریں گی، یقیناً انہیں وہم ہوا ہے اور وہ اس دین کی فطرت سے ناواقف ہیں، اس کے مزاج ہی کو نہیں سمجھتے۔ اسلام کی شوکت و قوت، دشمنوں پر داعیانِ اسلام کی ہیبت اور امتِ مسلمہ کی عزت ہرگز قتال کے بغیر قائم نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

”وَ لَيَنْزِعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّكُمُ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ وَ لَيَقْذِفَنَّ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمُ الْوَهْنَ۔ فَقَالَ قَائِلٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ مَا الْوَهْنُ؟ قَالَ حُبُّ الدُّنْيَا وَ كَرَاهِيَةُ الْمَوْتِ۔“ وَ فِيْ رِوَايَةٍ: ”كَرَاهِيَتُكُمُ الْقِتَالَ۔“

(سنن أبي داود، كتاب الملاحم، باب في تداعي الأمم على الاسلام)

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے ضرور ہی تمہاری ہیبت ختم کر دیں گے اور تمہارے دلوں میں وہن (کمزوری) ڈال دیں گے۔ تو پوچھنے والے نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ وہن کیا ہے؟ فرمایا: ”دنیا کی محبت اور موت سے نفرت“۔ ایک اور روایت میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ: ”تمہارا قتال سے نفرت کرنا۔“

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ اللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّ اَشَدُّ تَنْكِيْلًا۝ (النسآء: ۸۴)

”پس تم جنگ کرو اللہ کی راہ میں، تم اپنی ذات کے سوا کسی کے ذمہ دار نہیں، البتہ مومنوں کو لڑائی پر ابھارو۔ اللہ سے امید ہے کہ وہ کافروں کے زور کو توڑ دیں گے، اور اللہ سب سے زیادہ زور والے اور سب سے سخت سزا دینے والے ہیں“۔

اگر قتال نہ ہو تو شرک ہر سمت پھیل جائے اور دنیا میں اسی کا غلبہ ہو۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ (الأنفال: ۳۹)

”اور ان سے جنگ کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین صرف اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائے“۔

یہاں فتنے سے شرک ہی مراد ہے۔

نظامِ دنیا کو درست رکھنے کا واحد ذریعہ بھی جہاد ہے:

وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ۝ (البقرة: ۲۵۱)

”اور اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو زمین فساد سے بھر جاتی لیکن اللہ اہلِ عالم پر بڑا مہربان ہے“۔

یہی جہاد دینی شعائر اور عبادت گاہوں کے تحفظ کی واحد ضمانت ہے:

وَ لَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا وَ لَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ۝ (الحج: ۴۰)

”اگر اللہ انسانوں کے ایک گروہ کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو (نصاریٰ کے) خلوت خانے اور گرجے، (یہود کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) وہ مسجدیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، سب مسمار کر ڈالی جاتیں۔ اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا۔ بیشک اللہ قوت والا اور غلبے والا ہے“۔

اے دین کی طرف دعوت دینے والو! موت کو ڈھونڈو، تمہیں زندگی ملے گی! دیکھو! کہیں تمہاری تمنائیں تمہیں کسی فریب میں مبتلا نہ کر دیں۔ کہیں وہ دھوکے باز ابلیس تمہیں اللہ سے غافل نہ کر دے۔ خبردار! محض کتابوں کے مطالعے اور نوافل کی کثرت سے اپنے آپ کو دھوکہ مت دینا۔ ایسا نہ ہو کہ آسان اعمال میں مشغولیت عظیم تر کاموں کو تمہاری نگاہوں سے اوجھل کر دے:

”وَ تَوَدُّوْنَ اَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُوْنُ لَكُمْ۔۔۔۔“؟ (الانفال: ۷)

”اور تم یہ چاہتے ہو کہ غیر مسلح گروہ تمہیں مل جائے“؟ جہاد کے معاملے میں کسی کی بات مت مانو، اور خوب سمجھ لو کہ جہاد میں شرکت کے لئے اپنے قائد سے اجازت لینے کی ضرورت ہرگز نہیں۔ یاد رکھو! جہاد تمہاری دعوت کی بنیاد ہے، تمہارے دین کا مضبوط قلعہ ہے اور تمہاری شریعت کی حفاظتی ڈھال ہے۔

اے علمائے دین! اٹھیں اور اُس نسلِ نو کی قیادت سنبھالیں جس نے اپنی ساری دلچسپیوں کا مرکز اپنے ربّ کی رضا کو بنا لیا ہے! بزدلی کا مظاہرہ مت کریں، مت اس حقیر دنیا کی طرف جھکیں۔ للہ! طاغوتوں کی ہم نشینی سے بچیں۔ یہ تو سینوں کی تاریکی اور دلوں کی موت کا باعث ہے۔ طاغوت کی قربتیں آپ کو اہلِ ایمان سے دور کرنے کا سبب بنیں گی اور ان کے قلوب سے آپ کا احترام جاتا رہے گا۔

اے میرے مسلمان بھائیو! بہت سو لیا تم نے، تمہارے علاقوں پر قابض شیر کی کھال اوڑھے گیدڑ بھی بہت مزے کر چکے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

آخر کب تلک ذلت کی نیند سوتے رہو گے؟ کب یہ شیر پھر بیدار ہوگا؟

کیا گدھ تمہارا جسم یونہی نوچتے رہیں گے؟ کب یہ غلامی کا دور ختم ہوگا؟

تم لوہے کی زنجیروں میں تو نہیں جکڑے، تم تو اپنی ہی کمزوریوں کے قیدی ہو!

پھر بتاؤ نا! کب اس قید کو توڑو گے؟ آخر کب؟ بتاؤ بھی!

اے میری مسلمان بہنو! عیش و آرام اور سہل پسندی سے بچیئے، کیونکہ یہ چیزیں جہاد کی دشمن اور انسانی نفوس کے لئے انتہائی مہلک ہیں۔ آسائشیں جمع کرنے کے چکر میں نہ پڑیں، بس آپ کی بنیادی ضرورتوں کا پورا ہو جانا ہی آپ کے لئے کافی ہونا چاہیے۔ اپنے بچوں کو مجاہد بنائیں۔ ان میں سخت کوشی، مردانگی اور شجاعت کی صفات پیدا کریں۔ اپنے گھروں کو شیروں کی کچھار بنائیں، مرغیوں کا ڈربہ نہ بننے دیں، کیونکہ مرغیاں پل کر جتنی بھی موٹی ہو جائیں بالآخر وہ طاغوتوں کے ہاتھوں ذبح ہی ہوتی ہیں۔ اپنی اولاد

کے سینوں میں حبِّ جہاد کی شمع روشن کریں، شہسواری کا شوق اور میدانِ جنگ کی محبت ان کے دلوں میں اتاریں۔

اپنے سینے میں مسلمانوں کی مشکلات کا احساس بیدار رکھیں۔ کوشش کریں کہ ہفتے میں کم از کم ایک دن ایسا ہو جب آپ کے گھر میں بھی مجاہدین ومہاجرین جیسی زندگی گزاری جائے۔ اس دن سالن کے بغیر صرف چائے کے چند گھونٹوں کے ساتھ سوکھی روٹی کھانے کا مزہ ضرور چکھیں۔

اے مسلمان بچو! اپنے آپ کو بارود کی گھن گرج، جنگی جہازوں کے شور، ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ اور برستی گولیوں کے نغمے سننے کا عادی بناؤ۔ اور خبردار! عیش پرستوں کے ساز اور نخروں میں پلنے والوں کے گانوں سے اپنے کان مت آلودہ کرو، نہ ہی مریضوں کی طرح بستروں پر پڑے رہنے کی عادت ڈالو“۔

”میرے مجاہد بھائیو! آپ پر لازم ہے کہ راہِ جہاد پر جمے ہوئے پرانے مجاہدوں، بالخصوص اسامہ بن لادن، ابوالحسن المدنی، نورالدین، ابوالحسن المقدسی، ابوسیاف اور ابوبرہان کی قدر کریں۔ جہاں تک ابومازن کا تعلق ہے تو اسے تو میں بارہا آزما چکا ہوں۔ میں نے انہیں آسمان سے برستے پانی سے زیادہ پاکیزہ اور جہاد کے معاملے میں چٹان کی سی مضبوطی کا حامل اور انتہائی غیور پایا ہے۔ وہ اللہ کی طرف سے مجاہدین کے لئے ایک تحفہ ہیں، خاموشی اور مستقل مزاجی کے ساتھ جہاد کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور اس کے بنیادی ستونوں میں سے ایک ہیں۔ ان سب ساتھیوں کی غلطیوں سے چشم پوشی کرو اور ان کی قدر ومنزلت کی حفاظت کرو۔ بھائی ابوالحسن مدنی کے مقام ومرتبے اور جہاد میں ان کے زبردست کردار کو ہمیشہ یاد رکھو۔ ابوھاجر کی نصیحتوں کو غور سے سنا کرو اور تمہیں نماز بھی وہی پڑھایا کریں، اللہ نے انہیں رقّتِ قلب اور خشوع سے نوازا ہے۔

میں ڈھیروں دعائیں کرتا ہوں اپنے مجاہد بھائی ابوعبداللہ اسامہ بن محمد بن لادن کے لئے جنہوں نے اپنے ذاتی مال سے جہاد کی بھرپور خدمت کی اور ”مکتب الخدمات“ کے اخراجات کا بوجھ اٹھایا۔ میری دعا ہے کہ اللہ ان کے اہل وعیال اور ان کے مال میں برکت ڈالے اور ہمیں ان جیسے اور بہت سے ساتھی عطا کرے۔ میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے پورے عالمِ اسلام میں اسامہ جیسا کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ اسی لئے میری دعا ہے کہ اللہ آپ کے ایمان اور آپ کے مال کی حفاظت فرمائے اور آپ کی زندگی کو بابرکت بنائے“۔

وسبحانک اللّٰھم وبحمدک وأشھد ان لا الٰہ الا أنت أستغفرک وأتوب الیک۔

عبداللہ بن یوسف عزّام

منگل، ۱۳ شعبان، ۱۴۰۶ھ (۲۲/۴/۱۹۸۶م)

ادارہ السیف